۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸

موعظه مباهله — موعظه غدیر — موعظه جمعه

قُل تَعَالَوا نَدعُ اَبنَاءَنَا وَاَبنَاءَکُم وَنِسَاءَنَا
وَنِسَاءَکُم وَاَنفُسَنَا وَاَنفُسَکُم پ ۳ ع ۱۴

(سلسلۂ اشاعت نمبر۴)

یہ وہی معرکۃ الآراء مکمل موعظۂ مباہلہ ہے جو ۲۴ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۴۰ھ
کو امام باڑہ شیر گڑھیاں اندرون موچی دروازہ لاہور میں
حضور حجۃ الاسلام مرجع الاعلام فخر المحدثین صدر المفسرین جناب
سرکار شریعتمدار علامہ السید علی الحائری قبلہ مجتہد العصر و
الزمان دام ظلہٗ نے موضوع مباہلہ پر جامع نکاتِ عجیبہ تقریر کرتے
ہوئے ضمناً مخالفین خلافتِ حقہ کی رگِ حیات کو کچھ ایسی طرح دلائل
اجلۂ ساطعہ قاطعہ سے کچل ڈالا ہے کہ تا زیست اب ہنگامہ آرائی
کی ان میں جرأت ہی پیدا نہ ہو سکیگی

المسمّٰی بہ

موعظۂ مباہلہ

جس کو فروری سنہ ۱۹۲۳ء میں
شیعہ ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووالیاں لاہور کی فرمائش سے

ذرۂ بیمقدار
سید محمد رضی الرضوی القمی نے مرتب کیا
اور بغرض استفادہ
خاص و عام بصرف کثیر انجمن مذکور نے طبع کرا کر شائع کیا

اور
پرکاش سٹیم پریس لاہور میں سردار کرم سنگھ پرنٹر
طبع ہوا

بار اول ... ۱۰۰۰

باسمہ سبحانہ

مُقدمہ

خدا کا یہ فضل اور احسان ہے کہ خوارج و دشمنان آلِ محمد علیہم السلام نے جب سے سنی مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کر کے علانیہ مخالفتِ حق اور دشمنی آلِ رسول صلعم کا آغاز کیا ہے شیعوں کی طرف سے مدلل اور مہذب پیرایہ میں دندان شکن تحریری اور تقریری دونوں قسم کے جوابات ان کو ملتے رہے ہیں جس سے تمام پبلک کو تحقیق حق کا موقع مل رہا ہے اور کثرت سے طالبانِ حق مذہب حق میں داخل ہو کر نجات دارین حاصل کر رہے ہیں ادہر قدرت بھی حق کا ساتھ دے رہی ہے گویا یدخلون فی دین اللہ افواجا کا مسرت بخش نظارہ دکھائی دے رہا ہے خاصکر قبلہ و کعبہ صدر المفسرین حضرت علامہ حائری مجتہد العصر و الزمان دام ظلہ کے مواعظ نے توقی الواقع مسیحائی کا کام کیا ہے بہت سے لاینحل عقدے حل ہو گئے ہزاروں فاسد اور باطل عقیدے صحیح اور درست ہو گئے جس کے تصدق میں آج بفضلہ تعالیٰ شیعوں کے چھوٹے چھوٹے بچے تک بھی خاصے مناظر بن گئے ہیں غرض فریقین کی اس مخالفت میں ہم شیعوں کو سرکار علامہ حائری صاحب قبلہ نے تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ سے کندن کر دیا ہے ہمارے ناقص کامل ہو گئے اور کامل اکمل بن گئے ہیں۔

اسی سلسلہ مواعظ میں عید مباہلہ کا وعظ بھی ایک قابل یادگار وعظ تھا۔ جو باہتمام انجمن دائرۃ الفلاح منعقد کیا گیا تھا انجمن مذکور نے ایک ہفتہ قبل اشتہار پوسٹر کی صورت میں چھپوا کر عام طور پر تقسیم کیا اور جا بجا دیواروں پر چسپان بھی کرا دیا گیا جو حسب ذیل ہے۔

جلسہ در تہنیت

عید مُباہلہ

[illegible]

[illegible]

اور

تفسیر آیت قل تعالوا ندع ابنائنا الآیۃ

ماہ ذی الحجہ خیر و سعادت سے بھرا ہوا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ حضرات مومنین کے لئے مسرتوں کا پیام لاتا ہے یہ وہی مہینہ ہے جس کی اٹھارھویں تاریخ کو الیوم اکملت لکم دینکم آیہ قرآنی نازل ہوئی اسی ماہ مبارک کی چوبیسویں تاریخ کو شمع نور انبیاء خورشید تخت کبریا حضرت محمد مصطفیٰ (دُرِّ) دوسرا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بدر الدجے نور الہدے نفس رسول مجتبےٰ یعنے علی مرتضےٰ علیہ السلام و اہلبیت کی فضیلت کل خلایق پر ظاہر فرمائی اور دانندۂ عقل و ہنر بیندۂ نفع و ضرر شاہ عرب ماہ عجب حضرت علی ابن ابی طالب کو نفس رسول دین بموجب آیۂ قرآنی قرار دیا نیز اسی روز خورشید اوج ارتضیٰ یعنے علی مرتضیٰ علیہ السلام نے انگوٹھی سایل کو حالت رکوع میں عنایت کی اور آیہ قرآنی آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی۔ پس برادران ملت اسلامیہ اس فضیلت کبریٰ سے روشنی قلب و منزلت کر نا سعادت دارین حاصل کرنا ہے اور خوش قسمتی سے صدر المحققین۔ بدر المدققین۔ سید الفقہاء المجتہدین۔ تاج المفسرین محی الملت والدین۔ نائب الخلفاء الطاہرین۔ فاضل اجل

سرکار علامہ آغا سید علی الحائری صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا عنوان پر وعظ فرمانا منظور فرمایا ہے یہ وہی وجود قدسی صفات ہیں جن کے حکیمانہ طرز استدلال کی دھوم مچی ہوئی ہے اور ان کی موجودگی میں صاحبان علم و دانش زانوئے ادب تہ کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آنجناب کا وعظ مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۲۲ء بروز ہفتہ ۸ بجے شام امام باڑہ سیادت پناہ سید مردان علیشاہ صاحب رئیس شیر گڑھ واقعہ اندرون موچی دروازہ۔ نزدیک لال کھوہ کوچہ مغل حویلی لاہور میں ہوگا اور شاعرِ شیریں سخن حماد اہلبیت جناب مرزا ابو محمد صاحب لکھنوی المتخلص بہ طالب اور سید محمد عسکری صاحب المتخلص بہ اغلب اپنے تازہ قصائد نعتیہ سے محظوظ فرمائیں گے۔ لہٰذا جمیع حضرات اہل اسلام کی خدمت میں التماس ہے کہ وقت کو ملحوظ فرماتے ہوئے خود اور اپنے علم دوست صاحبان کو ہمراہ لاکر ثواب دارین حاصل کریں۔

الداعی

حقیر کونین سید حسین رضوی آنریری جنرل سیکرٹری انجمن دائرہ الفلاح لاہور

اس اہتمام سے تشہیر کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شہر میں عام طور پر عید مباہلہ سے ہر ملت و مذہب کے لوگ آشنا ہو گئے اور عید مباہلہ کی حقیقت اور کیفیت معلوم کرنے کے لئے بےچینی سے تاریخ وعظ کا انتظار کرتے رہے اور شب عید مباہلہ کو غیر معمولی طور پر شیعوں نے چراغان کیا اور بروز عید مباہلہ تمام لوازمات عید کی تکمیل ہوگئی اور عوام بھی سمجھنے لگ گئے کہ آج ۲۴ ذیحجہ کے روز خدا نے ید اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو قرآن مجید میں نفس رسول اسلام علیہ وآلہ السلام بنایا۔ اور حضرت حسنین علیہما السلام کو ابناء رسول کہا اور سیدۂ طاہرہ بتول عذرا فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو نساء رسول کے معزز نام سے آیت مباہلہ میں یاد فرمایا ہے۔ غرض جو نکات اور دقائق اس آیت میں لفظ ابنائنا۔ نسائنا اور خاصکر لفظ انفسنا سے قبلہ و کعبہ حضور علامہ حائری صاحب مجتہد العصر دامت برکاتہم نے بیان فرمائے تھے ہر مذہب و ملت کا تعلیم یافتہ طبقہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا خاصکر گریجویٹ اور کالجوں کے طلباء تو محو حیرت ہو کر ارشاد عالی کو سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو رہے تھے اسی لئے بموقعہ عید میلاد النبی صلعم مورخہ ۲ ماہ نومبر ۱۹۲۲ء خاص حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج لاہور میں جملہ طلباء کی خواہش اور جناب سید عبد القادر ایم۔ اے سیکرٹری کی دعوت پر جناب صدر المفسرین سرکار علامہ حائری صاحب قبلہ نے "ضرورت النبی" کے عنوان پر وعظ کرتے ہوئے مذہب حق کے مشن کو پورا کیا اور ضرورت الائمۃ المعصومین کو عیناً ضرورت النبی صلعم کتب معتمدہ فریقین سے بحوالہ صفحہ و سطر ثابت کیا اور تمام جلسہ بے حد محظوظ اور متاثر ہوا۔

اللّٰہم صلِ علیٰ محمدٌ و آل محمدٌ

خواب گراں سے چونکو ہندوستان والو — پستی میں کیوں پڑے ہو اونچے نشان والو
کب تک نہ آہ و ذلت اے عز و شان والو — کب تک یہ خواب غفلت نیکو کی کان والو
خلد بریں کے جھونکے تم کو جگا رہے ہیں
رحمت کے آسماں سے پیغام آ رہے ہیں
اٹھ کر ذرا تو دیکھو دنیا کا رنگ کیا ہے — رفتار کیا جہاں کی قوموں کا ڈھنگ کیا ہے
ہے حفظ وضع کیا شے ناموس و ننگ کیا ہے — ایثار نفس کیا ہے قومی امنگ کیا ہے
قوموں کی ہے ترقی کا کچھ تو راز آخر
الفت سے اہل دیں کی کردو دلوں کو گداز آخر

پنجاب و ہندوستان میں شیعہ مشن کی ضرورت

ہندوستان کے تمام مذاہب پر نظر ڈالیئے کوئی بھی ایسا بد نصیب فرقہ نہ ملیگا جس نے اپنے مذہب کے تحفظ (و) اشاعت کے لئے باقاعدہ مشن کا انتظام نہ کیا ہو۔ خاصکر آریوں۔ قادیانیوں اور عیسائیوں کی جماعتوں پر نظر ڈالیئے کہ انہوں نے چند روز کے اندر کیا کچھ ترقی نہ کر لی یہ صرف ان کے مشنریوں کی بدولت نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے اور ایک ہم ہیں جو اس روشنی اور آزادی کے زمانہ میں خواب غفلت میں اپنے قیمتی وقت کو ضائع کر رہے ہیں۔ افسوس صد افسوس اے قوم اور مستغنی قوم اب تو خواب غفلت سے جلد بیدار ہو جا اپنے دقیانوسی خیالات کو گلدستہ طاق نسیان بنا دے اور ذرا دیکھ کہ دنیا بھر کی قومیں اپنے اپنے مذہب (کی) ترقی و بہبودی کی راہیں ڈھونڈھ رہی ہیں اور تو بھی اپنے پراگندہ شیرازہ کو جمعیت خاطر سے بلا دے کیونکہ تیرے واسطے زمانہ حریت عین نعمت غیر مترقبہ ہے۔

اے میرے قومی بزرگو آپ کی غیرت کافور ہو گئی آپ کی روحانیت کیوں ضائع ہو گئی آؤ نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ غفلت کے پردوں کو سامنے سے اٹھا دو۔ آج بیرونجات میں شیعہ مشنریوں کی از حد ضرورت ہے اس تھوڑے سے کام کو کر گذرو۔

اس مقصد کو مد نظر رکھ کر مجلس منتظمہ ینگ مین سوسائیٹی خواجگان نارووالی لاہور نے اس کا بیڑا اٹھایا ہے اور یہ ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ چونکہ پنجاب شیعہ مشن عرصہ سات سال سے لاہور میں قایم ہے جس نے اتنے عرصہ میں نمایاں ترقی کی ہے جو قابل داد ہے دینی امورات کو انجام دینے کی وجہ سے مقبول عام کا فخر حاصل کر چکی ہے۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ اسی کے سلسلہ کو وسیع کیا جائے جو بیرونجات میں بھی آزادانہ طور پر تبلیغ کر سکے۔ اسلئے جملہ مومنین کیخدمت بابرکت میں مودبانہ گذارش ہے کہ اس نیک اور احسن کام کو زیر نظر رکھ کر اپنی و دیگر مومنین کی مکمل فہرست معہ نام و پتہ روانہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ سالانہ چندہ صرف ۸ اور داخلہ ممبری صرف ۲ ہوگا۔ پنجاب شیعہ مشن کے مطبوعہ مکمل اغراض و مقاصد مومنین کی فہرست آنے پر ارسال کیئے جائیں گے میں اپنے حقیقی خداوند عالم قاضی الحاجات کی بارگاہ عالی میں دعا کرتا ہوں کہ بہت جلد وہ قادر مطلق اس کار خیر میں مجھے فتح و نصرت عطا فرمائے اور آپ میں عموی ہمت بخشے آمین ثم آمین یا رب العالمین

خادم الثقلین حکیم شیخ بہادر حسین آنریری سیکرٹری شیعہ ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووالی لاہور

باسمہ سبحانہٗ

موعظۂ مُباہلہ

یعنے حضور حجۃ الاسلام والمسلمین صدر المفسّرین سرکار حضرت علّامہ
السیّد علی الحائری صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان دام ظلہٗ

نے بتاریخ ۲۴ ماہ ذیحجۃ الحرام ۱۳۴۱ھ امام باڑہ شیر گڑھیاں
متصل لال کھوہ لاہور۔ اندرون موچی دروازہ میں بوقت
۹ بجے شام آیت مجیدہ مُباہلہ کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے
حقایق ودقایق بیان فرمائے اور ضمناً خلافت بلا فصل کو
براہین قاہرہ سے ثابت کیا

حضور قبلہ وکعبہ حائری صاحب دام ظلہ کی تشریف آوری سے پہلے ہی امام باڑہ کا وسیع صحن۔ تمام کمرے۔ چھتیں۔ ڈیوڑھی اور کوچہ تک میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی بہت سی کتابیں منبر کے ہمراہ ایک میز پر قرینہ کے ساتھ چُن دی گئیں۔ تمام مذہب وملت کے لوگ جمع تھے۔ قبلہ وکعبہ ٹھیک نو بجے رونق افروز جلسہ ہوئے اور سب لوگ فرطِ عقیدت سے تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور نعرہ ہائے صلوات نے گنبد افلاک کو ہلا دیا حضور علّامہ دام ظلہٗ رونق افروز منبر ہوئے اور بصوت حجابانہ نہایت فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا جس نے حاضرین کے قلوب کو ایسا مسخر کیا کہ سب لوگ ارشاد عالی کو سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو گئے اس وقت پارہ اور رکوع کا حوالہ دیتے ہوئے آیت مباہلہ کی تلاوت کی۔

فرمایا صاحبان! آج عید مباہلہ کی مبارک شب ہے۔ اسلامی دنیا میں متفقہ طور پر یہ واقعہ مُباہلہ مانا جاتا ہے اسلامی مختلفہ فرقوں میں سے کوئی فرقہ حقیقت اور واقعہ مُباہلہ سے منکر نہیں ہے یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ اس واقعہ مُباہلہ کے متعلق سُنّی اور شیعہ نے تقریباً کسی امر میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ پس

سے پہلے یہ مناسب ہے کہ لفظِ مباہلہ کو آپ سمجھ لیں کہ عربی میں لفظ مباہلہ باب مفاعلہ سے مصدر ہے جس کے معنی ملاعنہ یعنے مقابلہ میں ایک دوسرے کے لئے لعنت طلب کرنے کے ہیں جیسا کہ تفسیر کشاف مطبوعہ کلکتہ جلدِ اول صفحہ ۲۰۰ سطر ۱۷ میں امام زمخشری لکھتا ہے کہ بُہلہ بفتحہ وضمہ لعنت کے معنے میں آیا ہے پس بَہلہُ اللہ کے معنے ہوئے لعنہ اللہ و ابعدہ من رحمتہ یعنے خدا اس کو لعنت کرے اور اپنی رحمت سے دور کرے آیت مباہلہ میں لفظ نبتہل موجود ہے جس کے معنے ہیں نلتعن یعنے جھوٹے فریق کے لئے خدا سے طلب لعنت کرنا۔

فرمایا۔ حدیث میں آیا ہے کہ مُباہلہ کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے ہاتھ میں پنجہ ڈال کر طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے درمیانی وقت میں ان مخصوصہ الفاظ میں دعا کریں اللہم رب السموات السبع والارضین السبع و رب العرش العظیم ان کان فلاں جحد الحق وکفر بہ فانزل علیہ حسباناً من السماء وعذاباً الیما کہ اے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے پروردگار اور اے عرشِ عظیم کے مالک فلاں شخص اگر حق سے منکر ہے تو اس پر آسمان سے بلاء ناگہاں اور عذابِ الیم نازل کر۔ یہ دعا کمال تضرع کے ساتھ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ بلند کئے ہوئے مُباہلہ کے وقت ہونی چاہیئے۔

فرمایا۔ پس رسولِ اسلام علیہ وآلہ السلام کے مُباہلہ کا یہی طریق تھا۔ جبکہ نصاریٔ نجران دلائلِ قاطعہ اور براہین ساطعہ سے حق کو سمجھ لینے کے بعد بھی باطل سے باز نہ آئے اور لجاجت پر اڑے رہے تو پیغمبرؐ ان سے مُباہلہ کرنے کے لئے خدا کی طرف سے مامور ہوئے۔

فرمایا صاحبان ؛ مُباہلہ کا مبارک واقعہ متواترات مسلّمہ فریقین سے ہے جس کو تمام مورخین محدثین اور مفسرین نے بالاتفاق لکھا ہے۔ مگر میں اس کا تاریخی حال بہت مختصر آپکو سنانے کے بعد اس میں قابلِ غور چند امور کی طرف آپکی توجہ منعطف کراؤں گا وہ یہ ہے کہ اشرافِ نصاریٔ نجران کی ایک جماعت حضرت پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی جن کے سرکردہ تین آدمی تھے ایک تو عاقب جو اس وفد کا امیر تھا جس کے صائب رائے سے ان کے مشورے طے پاتے تھے

دوسرا عبدالمسیح تھا جس کی طرف تمام مشکلات میں رجوع کیا کرتے۔ تیسرا ابوحارثہ
جس کو بہ حیثیت عالم ہونے کے اپنا پیشوا سمجھتے اور بادشاہ روم کی طرف سے
اعزاز و احترام میں بہت کچھ ہدایا اور تحائف ان کو دیئے جاتے اثناءراہ میں جبکہ
وہ دربار پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام میں جارہے تھے تو ابوحارثہ کے بھائی
گرز بن علقمہ نے آں حضرت کی شان میں بعض گستاخانہ الفاظ کہے۔ ابوحارثہ
نے بھائی کو ڈانٹتے ہوئے کہا خدا کی قسم یہ وہی برحق اور صادق امین پیغمبر
ہے مدتوں سے ہم جسکا انتظار کرتے چلے آئے ہیں۔ گرز نے کہا اگر ایسا
ہے تو پھر کیوں نہیں اس کی اطاعت قبول کرلیجاتی۔ ابوحارثہ نے کہا بھائی
بات اصل میں یہ ہے تم دیکھ رہے ہو کہ نصاریٰ نے ہم کو کس قدر مال و ملک
اور عزت و دولت دے رکھی ہے اور وہ اس پیغمبر برحق کی متابعت اور اطاعت
پر کسی طرح راضی نہیں ہوتے تو اب ایسی حالت میں اگر ہم اس کی اطاعت
اور متابعت کو اختیار کرلیں تو یہ سب مال و ملک اور عزت و دولت ہم سے جاتی
رہے گی۔ گرز اس بات کے سننے سے بہت متاثر ہوچکا تھا یہاں تک کہ
پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوتے ہی مسلمان ہوا۔
فرمایا۔ غرض یہ وفد نصاریٰ کا نماز عصر کے وقت پیغمبر اسلام کی خدمت میں
پہونچگیا۔ جبکہ وہ لوگ نہایت مطلّا اور مزیّن لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھے
اور وہ رسم سلام کو بجالائے مگر پیغمبر صلعم نے اس وقت ان کو جواب سلام
دینے سے احتراز کیا اور بات تک نہ کی۔ اِس لئے وہ وفد وہاں سے نکل کر
سیدھا حضرتِ عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس چلا گیا۔ جن سے کہ
وہ سابقہ آشنائی رکھتے تھے اور یہ واقعہ ان کے گوشگذار کیا۔ عثمان اور
عبدالرحمان وفد نصاریٰ کو امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے
اور واقعہ بیان کیا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا غالباً تم اسی ہیئت سے
پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوگے۔ کہا ہاں۔ فرمایا اسی
لئے تم سے وہ ہمکلام نہیں ہوئے۔ اب یہ لباس اور سونے کی انگوٹھیاں
اتار دو اور سادہ لباس پہن کر ان کی خدمت میں جاؤ تو وہ حضرت خُلق عظیم کے

ساتھ تم سے ملیں گے اس مرتبہ وہ بالکل سادہ لباس میں طلائی انگوٹھیاں
اتار کر حاضرِ خدمت ہوئے اور سلام کیا پیغمبر صلعم نے ان کو جواب سلام دیکر
مناسب تواضع کے ساتھ اپنے قریب بٹھالیا اور محبت کے لہجہ میں ان سے فرمایا
جب تم پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تو خدا کی قسم تمہارے ساتھ شیطان تھا
اس لئے میں نے تمہاری سلام کا جواب نہیں دیا تاکہ وہ بھی سلامتی میں داخل
نہ ہو جاوی۔ اس کے بعد شام تک وہ وفد سوال کرتا رہا اور مدلل جواب سنتا رہا
اتنے میں ابوحارثہ نے کہا کہ ای محمد صلعم عیسیٰؑ کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے
فرمایا کہ وہ خدا کا ایک برگزیدہ بندہ اور اس کا رسول تھا۔ اس نے کہا یہ
کیونکر ہو سکتا ہے کہ بغیر باپ کے کوئی پیدا ہو سکے۔ اس وقت جبرئیلؑ یہ
آیت لے کر نازل ہوئے ان مثل عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل آدم خلقہ من تراب
ثم قال لہ کن فیکون یعنے عیسےٰ کی مثال پیدا ہونے میں خدا کے نزدیک جناب
آدم علیہ السلام کی مثال ہے کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر اس سے فرمایا
کہ ہو جا۔ پس وہ ہو گیا۔

فرمایا کہ یہ جواب ایسا مدلل تھا کہ جسکا جواب الجواب کوئی ان کے پاس نہ
تھا۔ مطلب یہ کہ جناب عیسےٰ بن باپ کے اگر پیدا ہوئے ہیں ماں تو ان
کی موجود تھی مگر آدم علیہ السلام تو ماں باپ دونوں کے سوا پیدا ہوئے
ہیں وہ جب خدا کا بیٹا نہ ہوئے تو عیسےٰ کیوں خدا کا بیٹا مان لئے جائیں۔

فرمایا عزیزو؟ باوجود اس قدر مستحکم برہانِ قاطع کے بھی جب وفد اپنی لجاجت
پر قایم رہا تو اس وقت جبرئیلؑ یہ آیت مباہلہ لے کر نازل ہوا فمن حاجک
من بعد ما جائک من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم
و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین پ۳ ع ۱۴

یعنے پس جو شخص کہ بینّہ دلیل اور برہان کے بعد بھی تم سے مجادلہ
کرے پس کہدو کہ آؤ ہم بھی بیٹوں کو لے کر آئیں تم بھی بیٹوں کو لے
آؤ۔ ہم بھی بیٹیوں کو لائیں تم بھی بیٹیوں کو لاؤ۔ ہم بھی اپنی جان کو
لائیں اور تم بھی اپنی جان کو لاؤ۔ پس ہم سب ملکر خدا کی بارگاہ

میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت طلب کریں۔

غرض قرار پایا کہ دوسرے روز ۲۴ ذی الحجہ کو مباہلہ کر دیا جائے اس پر وفد نصاریٰ جہاں فروکش ہوئے تھے چلے گئے۔ مکان پر پہونچکر ابوحارثہ نے اصحاب سے کہا کہ کل مباہلہ میں اس امر کا ضرور لحاظ رکھا جائے کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام اگر تو مباہلہ کرنے کے لئے اپنی اولاد اور خاص اہلبیت کو ہمراہ لے کر آئیں تو پھر ان سے مباہلہ کرنے میں کسی طرح بھی جرائت نہ کی جائے اور اگر اصحاب و انصار کو لے کر آئیں تو پھر مباہلہ کرنے میں ان سے کوئی پرواہ نہ کی جائے۔

فرمایا۔ بس پھر کیا تھا۔ صبح ہوتے ہی پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام حضرت امیرالمومنین نفس رسول صلعم کے مکان میں تشریف لائے امام حسنؑ کا تو ہاتھ پکڑ لیا اور امام حسینؑ کو (جو بہت چھوٹے تھے) گود میں اٹھا لیا جناب امیرؑ تو پیغمبر کے آگے ہو لئے اور جناب سیدہ طاہرہ فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا آپکے پیچھے پیچھے شہر مدینہ منوّرہ سے باہر چلے آئے۔ ابوحارثہ نے ان کو دیکھتے ہی پوچھا یہ ہمراہی کون لوگ ہیں اس کو بتا دیا گیا کہ ان پانچ تن میں پیغمبر اسلام کے ہمراہی ان کا ابن عم علیؑ۔ ان کی بیٹی سیدہ فاطمہؑ ان کے سب سے زیادہ عزیز بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

ارشاد کیا۔ کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام مباہلہ کرنے کی غرض سے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے وفد میں سے سید اور عاقب اپنے بیٹوں کو ہمراہ لئے مباہلہ میں آنا ہی چاہتے تھے کہ ابوحارثہ نے کہا جثیٰ واللہ محمد کما یجثوا الانبیاء للمباھلۃ یعنے خدا کی قسم محمدؐ عربی مباہلہ کے لئے یوں بیٹھا ہے جس طرح کہ پیغمبران برحق بیٹھا کرتے ہیں یہ کہ کر ابوحارثہ واپس لوٹا۔ سید نے کہا اے ابوحارثہ کدھر جا رہے ہو کہا کون اس کے ساتھ مباہلہ کر کے خود کو ہلاکت میں ڈالے۔ اگر اس سے مباہلہ ہو گیا تو یہ سمجھ لو کہ سال گذرنے سے پہلے ایک نصرانی بھی زمین پر نظر نہ آئے گا۔ ایک روایت کے مطابق ابوحارثہ نے کہا کہ خدا کی قسم ایسی پاکیزہ صورتیں اور مقدس چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر خدا سے

سوال کریں تو پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا دیں پس میرا ناقابل تغیر عزم
یہ ہے کہ ان سے ہرگز ہرگز مباہلہ نہ کیا جائے ورنہ نصاری کا نشان تک
مٹ جائے گا۔

فرمایا۔ غرض اس مشورہ کے بعد ابو حارثہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کی
خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ اے ابو القاسم ہم امید کرتے ہیں کہ آپ
مباہلہ کا ارادہ فسخ کر کے ہمارے ساتھ مصالحہ کریں ایسی چیز پر جس کے ادا
کرنے پر ہم قادر ہو سکیں ان کی اس درخواست پر حضور علیہ وآلہ السلام
نے وفد سے جزیہ لینے پر مصالحت کر لی کہ وہ سال بسال دو ہزار حلّے
دیا کریں ہر ایک حلّہ دو ہزار درہم کی قیمت رکھتا ہو اور اگر کوئی جنگ چھڑ
جائے تو اس صورت میں تیس زرہ تیس نیزے اور تیس گھوڑے عاریۃً دیا
کریں۔ اس فیصلہ پر حضرت صلعم نے نامہ صلح اس وفد نصارے کو
لکھدیا اور وہ واپس لوٹ گئے۔

فرمایا صاحبان؟ سن لیا آپ نے یہ ہے مختصر واقعہ مباہلہ کا جو تمام تواریخ
تفاسیر کتب سیر میں مفصّل مندرج ہے اور اس واقعہ میں کسی فرقہ کو کوئی بھی
اختلاف نہیں ہے۔ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ مباہلہ میں مخصوص یہی
پانچ تن موجود تھے۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر یا عائشہ۔ حفصہ وغیرہ
میں سے کوئی بھی مباہلہ میں پیغمبر صلعم کے ہمراہ نہیں تھا۔

تفسیر کشاف۔ مطبوعہ کلکتہ۔ جلد اول صفحہ ۲۰۷ سطر ۲۳ میں جار اللہ امام
زمخشری رقمطراز ہے کہ فاتو رسول اللہ صلعم وفد غدا محتضنا الحسین اخذا
بید الحسن وفاطمۃ تمشی خلفہ وعلی خلفہا وھو یقول اذا انا دعوت فامنوا انتہی بلفظہ

یعنے وہ وفد نصارے کا پیغمبر صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا دوسرے
روز صبح کو پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام حسین کو گود میں اٹھائے امام
حسن کا ہاتھ پکڑے مباہلہ کے لئے تشریف لا رہے تھے اور فاطمہ زہرا
ان کے پیچھے اور علی علیہ السلام فاطمہ ع کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔
پیغمبر صلعم راستہ میں ان سے ارشاد فرماتے ہیں جس وقت دعا

کروں گا تم سب آمین کہنا۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر۔ جلد دوم صفحہ ۳۸ سطر ۱۴ میں امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے واخرج الحاکم وصححہ وابن مردویہ وابو نعیم فی الدلائل عن جابر قال قدم علی النبی صلعم العاقب والسید فدعاھما الی الاسلام فقالا اسلمنا یا محمد قال کذبتما ان شئتما اخبرتکما بما یمنعکما من الاسلام قالا فھات قال صلعم حب الصلیب وشرب الخمر واکل لحم الخنزیر قال جابر فدعاھما الی الملاعنۃ فوعداہ الی الغد فغدا رسول اللہ صلعم اخذ بید علی وفاطمہ والحسن والحسین فابیا ان یجیباہ واقرا لہ فقال والذی بعثنی بالحق لو فعلا لامطر الوادی علیھما نارا قال جابر فیھم نزلت تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم الایۃ قال جابر انفسنا وانفسکم رسول اللہ صلعم وعلی و ابنائنا الحسن والحسین ونسائنا فاطمہ انتہٰی بلفظہ

یعنے حاکم نے اس روایت کی تخریج کی ہے اور اس کو صحیح مانا ہے ابن مردویہ اور ابو نعیم نے بھی دلائل میں جابر سے روایت کیا ہے کہ عاقب اور سید پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آں حضرت صلعم نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی ان دونوں نے کہا یا محمدؐ ہم نے اسلام کو تسلیم کر لیا حضرت نے فرمایا تم دونوں جھوٹے ہو۔ چاہو تو میں بتا دوں کہ اسلام کے قبول کرنے میں کونسی چیز تمہیں مانع ہے انہوں نے کہا بتا دیجئے۔ حضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ محبت صلیب ۔ شراب نوشی اور گوشت خوک کھانا تمہیں اسلام قبول نہیں کرنے دیتا۔ جابر نے کہا پس پیغمبرؐ نے ان کو ملاعنہ (مباہلہ) کے لئے دعوت دیدی پس دوسرے روز کیلئے انہوں نے وعدہ کیا پس کل دوسرے روز پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ان کو بلا بھیجا انہوں نے اجابت مباہلہ سے انکار کر دیا اور حضرت کی حقیقت کا اقرار کیا پیغمبر صلعم نے اس وقت فرمایا کہ خدا

کی قسم اگر یہ لوگ مُباہلہ کر لیتے تو اس وادی میں ان پر آگ برس جاتی۔ جابر نے کہا انہیں اہلبیت کے حق میں مباہلہ کے متعلق یہ آیت تعالو ندع ابنائنا وابنائکم الخ نازل ہوئی جابر نے یہ بھی کہا کہ انفسنا وانفسکم سے پیغمبر صلعم اور علی ابنِ ابی طالب مراد ہیں اور ابنائنا سے حسنؑ اور حسینؑ مراد ہیں اور نسائنا سے صرف جناب سیّدہ فاطمہؑ بنت الرسول صلعم مراد ہے

فرمایا۔ کیوں عزیزو، غور کیا آپ نے بیچارے ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ عائشہ حفصہ وغیرہ میں سے کسی صاحب کا اس میں ذکر تک بھی نہیں ہے اگر یہ لوگ افضل اہلبیت سے خدا کے نزدیک ہوتے تو پھر پیغمبر کے مصاحب مباہلہ میں وہی قرار پاتے۔ مگر قرآن اور عمل رسولؐ نے قیامت تک آنیوالی نسلوں کے لئے یہ ثابت کر کے دکھا دیا کہ خدا اور رسول کے نزدیک بس علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ ہی صرف اس رتبہ اور فضیلت کے لوگ تھے جو بنص وحی (قرآن) عمل اور رسالت رسول صلعم میں شریک ہوئے اور غیرے تو سب نکالکر علیحدہ کھڑے ہو گئے بقول شخصے ع اب تم ہزار سجدہ کرو بُت نہیں خدا ہوتے

صواعق محرقہ مطبوعہ بہیہ مصر صفحہ ۱۰ سطر ۱۶ میں امام ابن حجر مکّی نے سعد بن ابی وقاص کی روایت نقل کی ہے لما نزلت ھذہ الایۃ ندع ابنائنا وابنائکم دعا رسول اللّٰہ علیاً و فاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللّٰھم ھٰؤلاء اھلی انتہٰے بلفظہٖ

یعنے جب یہ آیت مُباہلہ نازل ہوئی تو پیغمبر صلعم نے علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور امام حسینؑ کو بلایا اور کہا کہ خداوندا میری اہل بس یہی لوگ ہیں

فرمایا۔ ایسی صراحت کے باوجود سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ان کے سواء اوروں کو پیغمبر کا اہل بنایا جاتا ہے۔ لوگوں کے بنائے سے تھوڑے کوئی رسولؐ کا اہل بن سکتا ہے جن کو خدا نے اہل رسول بنانا تھا وہ بن گئے قرآن اور عمل رسولؐ نے ان کو اہل رسول بنا دیا

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۶۹۹ سطر ۲۰ میں امام رازی لکھتا ہے

وکان رسول اللہ صلعم خرج وعلیہ مرط من شعر اسود وکان قد احتضن الحسین واخذ بید الحسن وفاطمۃ تمشی خلفہ وعلی رضی اللہ عنہ خلفہا ویقول اذا دعوت فامنوا۔ انتہیٰ بلفظ

یعنے حضور پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام مباہلہ کے لئے نکلے تو ان پر کسا (چادر) سیاہ بالوں کی تھی۔ حضور صلعم نے حسینؑ کو تو گود میں اٹھا لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور جناب سیدہ پیغمبر صلعم کے پیچھے جا رہی تھیں اور جناب امیرؑ سیدہ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے اور حضور صلعم ارشاد فرما رہے تھے کہ مباہلہ کی حالت میں جس وقت میں دعا کروں تم سب آمین کہنا۔

فرمایا غور کرو کہ اس سے ثابت ہوا کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام اپنی دعا کے قبول ہونے کو علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنینؑ کے آمین کہنے پر معلق فرما رہے ہیں۔ جس سے ہر مبصر کی عقل یہی فیصلہ کرے گی کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور اعلےٰ مرتبہ ممکن نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ تھی کہ اہلبیت کے سوا کسی صحابی قرابی کا نہ یہ مرتبہ تھا۔ نہ کوئی اور ان کے سواء مباہلہ میں شریک ہو سکا۔

تفسیر غرائب القرآن جلد اول صفحہ ۳۲۹ سطر ۱۴ الخ میں امام نیشاپوری نے لکھا ہے روی ان عائشۃ انہ صلعم لما خرج فی المرط الاسود جاء الحسن فادخلہ ثم جاء الحسین فادخلہ ثم فاطمۃ ثم علی ثم قال صلعم انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطہیرا وھذہ الروایۃ کالمتفق علی صحتہا بین اھل التفسیر والحدیث انتہیٰ بلفظ۔ کذا نقلہ الرازی فی الکبیر جلد دوم صفحہ ۷ سطر ۱۔ مقصود یہ ہے کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام جب مباہلہ کی غرض سے سیاہ کسا (چادر) پہنے ہوئے تشریف لائے اتنے میں امام حسنؑ آئے حضرت صلعم نے عبا اور کسا کے اندر داخل کر لیا۔ ان کے بعد امام حسینؑ آئے ان کو بھی کساء میں داخل کر لیا ان کے بعد فاطمہؑ اور علی علیہما السلام تشریف لے آئے وہ بھی اس کساء کے نیچے داخل ہو گئے اس کے بعد پیغمبر صلعم نے آیت تطہیر تلاوت

فرمائی - امام نیشاپوری اور امام رازی لکھتے ہیں کہ یہ روایت حضرت
عائشہ کی بالاتفاق اہل تفسیر اور حدیث کے نزدیک صحیح ہے -
فرمایا اب اس روایت سے ثابت ہوا کہ پیغمبر اسلام ایسے لوگوں کو مباہلہ میں ہمراہ
شریک کرنا چاہتے تھے جو بنص خدا پاک اور طاہر تھے اور انہیں کا آمین کہنا
رسول کی دعا کی اجابت کا باعث قرار پا سکتا تھا - اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ
یہی لوگ صرف اہلبیت رسول صلعم اور صاحب تطہیر تھے ازواج اور اصحاب
میں سے کوئی بھی آیت تطہیر میں داخل نہیں تھا کیونکہ کلمۂ حصر انما کے ساتھ
آیت تطہیر کا مذکور ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ صرف یہ پانچ تن ہی اہلبیت ہیں
اور تطہیر صرف انہیں کے لئے مخصوص ہے اور ازواج وغیرہ میں سے کوئی بھی
آیت تطہیر میں شامل نہیں تھا -
تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۶۳ سطر ۲۲ میں امام بغوی آیت مُباہلہ
کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ابنائنا اراد الحسن والحسین ونسائنا فاطمۃ و
انفسنا عنی نفسہ وعلیاً رضی اللہ عنہم والعرب تسمی ابن عم الرجل نفسہ کما قال
اللہ ولا تلمزوا انفسکم یرید اخوانکم انتہٰے بلفظ
یعنے آیت مُباہلہ میں ابنائنا سے مراد حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور نسائنا سے
جناب سیدہ مراد ہیں اور انفسنا سے پیغمبر صلعم اور علیؑ دونوں مراد
لئے گئے ہیں - کیونکہ عرب کسی شخص کے چچا زاد بھائی کو اس کے
نفس کے نام سے پکارا کرتے ہیں -
تفسیر بیضاوی مطبوعہ نول کشور صفحہ ۱۰۴ سطر ۱۶ میں قاضی بیضا عبداللہ
بن عمر لکھتے ہیں وقد غدا محتضناً الحسین اخذاً بید الحسن وفاطمۃ تمشی خلفہ و
علی خلفہا وھو یقول انا اذا دعوت فامنوا انتہٰے بلفظہ
یعنے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام حضرت امام حسینؑ کو گود میں اٹھائے
امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑے مباہلہ میں آ رہے تھے بحالیکہ جناب رسول خدا صلعم
کے پیچھے پیچھے جناب سیدہ جا رہی تھیں اور امیر المومنین علی علیہ السلام
جناب سیدہ کے پیچھے جا رہے تھے اور حضور ختمی نبوت روحی فداہ ثنا

راہ میں اپنے اہلبیتؑ سے فرمارہے تھے مباہلہ میں جب میں اہل نجران پر دعا کروں گا تو تم سب آمین کہنا۔

مودۃ القربیٰ میں امام ہمدانی نے لکھا ہے ابی ریاح مولےٰ ام سلمہ رفعہ لو علم اللہ تعالیٰ ان فی الارض عباداً اکرم من علی و فاطمہ والحسن والحسین لامرنی ان اباھل بھم ولکن امرنی بالمباھلۃ مع ھولاء وھم افضل الخلق فغلبت النصاریٰ انتہٰے بلفظہ

یعنے پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ روے زمین پر عالم الغیب کے نزدیک کوئی متنفس علی و فاطمہ و حسن و حسین سے بہتر ہوتا تو خدا تعالیٰ اسی شخص کو ساتھ لے کر مباہلہ کرنے کے لئے مجھے حکم دیتا۔ مگر چونکہ علم خدا میں علیؑ اور فاطمہؑ حسینؑ و حسنؑ سب سے افضل ہیں اس لئے مباہلہ میں صرف ان کو ہمراہ لیجانے کیلئے مجھے مامور کیا۔

فرمایا سن لیا آپ نے اس وقت حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ زبیر عائشہ اور حفصہ وغیرہ سب زندہ موجود تھے۔ تو اب اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں تھا جو مباہلہ میں شریک کیا جا سکتا جو قابل مباہلہ و افضل تمام مخلوقات تھے وہی بنص الایت پیغمبر صلعم کے ہمراہ مباہلہ میں شریک ہوئے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ پیغمبر اسلام کے وفات پاتے ہی ان فاضل اور قابل ہستیوں پر جن کو خدا اور رسولؐ نے ناقابل سمجھ لیا تھا کیوں ترجیح اور تفضیل دیگئی واللہ ھذا لھو العجاب

فرمایا صاحبان، سنئے ہوان مذکورہ آئمہ تفسیر و حدیث اہلسنت نے بالالفاظ تسلیم کر لیا ہے کہ مباہلہ میں ان پانچ تن کے سوا صحابہ۔ قرابہ میں سے کوئی اور شریک نہیں ہو سکا۔ نہ ازواج میں سے کوئی ام المسلمین ان میں شامل کیگئی مباہلہ کے لئے جو قابل تھے وہی چن لئے گئے۔ اب کسی کے رونے چلانے سے کیا ہوتا ہے۔

ارشاد کیا عزیزو! اس ساری واقعہ میں چند امر قابل غور ہیں کیونکہ یہ واقعہ مباہلہ جو سنی شیعہ دونوں گروہ کے نزدیک متواتر ہے کئی وجہوں سے

صداقت رسالت ۔ حقیت ۔ امامت و خلافت حقہ علی علیہ السلام اور فضیلت جملہ آلِ عباء علیہم السلام پر برہانِ قاطع ہے۔

اوّل یہ کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کو اپنی صداقت اور حقیت پر اگر وثوق اور اطمینان کلی نہ ہوتا تو مباہلہ میں اس طرح اقدام کرنے کے لئے وہ کبھی جرأت نہ کرتے اور سب سے زیادہ جن کو وہ عزیز رکھتے تھے اس معرکہ اور مہلکہ میں لیکر نہ آتے مگر جو رویّہ آپ نے مباہلہ میں اختیار کیا تھا اس نے آپ کی صداقت ۔ حقیت پر مُہر کر دی جس کو دشمن تک بھی مان گئے۔

دوم پیغمبر اسلام نے کھلے اور صاف لفظوں میں اس امر کی خبر دی ہے کہ اگر مجھ سے مباہلہ کرو گے تو عذاب میں ہلاک ہو گے۔ اگر پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کو اپنی صداقت اور حقیت پر پورا وثوق اور اطمینان نہ ہوتا تو اس کے یہ معنے ہوتے کہ وہ اپنی تکذیب اور تخریب کے خود درپے ہوئے کوئی اپنی تکذیب اور تخریب اس طرح نہیں کر سکتا۔ اس سے بڑھ کر صداقت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

سوم ۔ یہ مسلّم ہے کہ اہلِ نجران پشیمان ہو کر مباہلہ کرنے سے منکر ہو گئے۔ اگر پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کی حقیت و صداقت کا ان کو علم و یقین حاصل نہ ہوا ہوتا تو وہ ان کی نفرین مباہلہ اور ملاعنہ کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے بلکہ اپنی قوم میں اپنی حفظِ مراتب پر ڈٹے رہتے۔ اور انکار کرنے کے بعد جزیہ دے کر ذلت و خواری کی زندگی بسر نہ کرتے۔

چہارم ۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ اہلِ نجران مباہلہ کرنے میں ایک دوسری کو ممانعت کرتے رہے اور عیاقب و طفل یہ کہتے رہے کہ اس شخص (پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام) کی حقیت اور صداقت تم پر روشن ہو چکی ہے کہ وہ پیغمبر موعود ہے۔ پس حق وہی ہے جس کو دشمن بھی قبول کئے بغیر نہ رہ سکے۔

پنجم ۔ اس واقعۂ مباہلہ سے بنص خدا و عمل رسول صلعم ثابت ہوا کہ جناب امیرؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ سوائے پیغمبر صلعم کے جملہ مخلوقات سے اشرف اور افضل خلق ۔ اور پیغمبر کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہیں یہاں تک کہ زمخشری اور بیضاوی و فخر رازی کو بھی مجبوراً تسلیم کرنا پڑا۔ جیسا کہ تفسیر کشاف مطبوعہ

کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۰۸ سطر ۷ میں امام زمخشری نے لکھا ہے وفیہ دلیل لا شیٔ
اقوی منہ علی فضل اصحاب الکساء علیہم السلام انتہیٰ بلفظہ

یعنے اس واقعہ مباہلہ میں دلیل بالصراحت ہے فضیلت پنجتن پر جس
سے قوی تر کوئی اور دلیل نہیں ہو سکتی -

تفسیر بیضاوی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۴۰ سطر ۲۰ میں قاضی بیضاوی نے
لکھا ہے وھو دلیل علی نبوتہ وفضل من اتی بھم من اھل بیتہ انتہے بلفظہ

یعنے اس واقعہ مباہلہ میں دلالت بالصراحت ہے ایک تو پیغمبر صلعم
کی صداقت وحقیت نبوت پر اور دوسرے ان لوگوں کی فضیلت
پر جن کو اہلبیت میں سے پیغمبر صلعم مباہلہ کرنے کیلئے اپنے ہمراہ لائے تھے

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۷۰۰ سطر ۱۵ میں امام فخر الدین رازی
رقمطراز ہیں کان فی الری رجل یقال لہ محمود بن الحسن الحمصی وکان معلم الاثنی
عشریہ وکان یزعم ان علیاً رضی اللہ عنہ افضل من جمیع الانبیاء سواء
محمد علیہ السلام قال والذی یدل علیہ قولہ تعالیٰ وانفسنا وانفسکم و
لیس المراد بقولہ وانفسنا نفس محمد صلعم لان الانسان لا یدعو نفسہ
بل المراد بہ غیرہ واجمعوا علی ان ذلک الغیر کان علی ابن ابی طالب رضی
اللہ عنہ فدلت الآیۃ علی ان نفس علی ھی نفس محمد ولا یمکن ان یکون المراد
منہ ان ھذہ النفس ھی عین تلک النفس فالمراد ان ھذہ النفس مثل
تلک النفس وذلک یقتضی الاستواء فی جمیع الوجوہ وترک العمل بھذا العموم
فی حق النبوۃ وفی حق الفضل لقیام الدلائل علی ان محمدا علیہ السلام کان نبیاً
وما کان علی کذلک ولانعقاد الاجماع علی ان محمدا علیہ السلام کان افضل من علی
رضی اللہ عنہ فیبقی فی ما وراءہ معمولاً بہ ثم الاجماع دل علی ان محمداً ع
کان افضل من سائر الانبیاء علیہم السلام فیلزم ان یکون علی افضل
من سائر الانبیاء فھذا وجہ الاستدلال بظاھر ھذہ الآیۃ ثم قال و
یؤید الاستدلال بھذہ الآیۃ الحدیث المقبول عند الموافق والمخالف وھو
قولہ علیہ السلام من اراد ان یری آدم فی علمہ ونوحاً فی طاعتہ وابراھیم

فی خلقتہ وموسیٰ فی ھیبتہ وعیسیٰ فی صفوتہ فلینظر الی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فالحدیث دل علی انہ اجتمع فیہ ماکان متفرقاً فیھم وذلک یدل علی ان علیاً رضی اللہ عنہ افضل من جمیع الانبیاء سوے محمد صلعم انتہیٰ بلفظہ

یعنے ملک رَے میں ایک شخص محمود بن الحسن حمصی رہا کرتا تھا اور فرقہ اثنا عشریہ کا معلم تھا - اس کا گمان (اعتقاد) تھا کہ جناب امیرؑ سوا ختمی نبوت صلعم کے تمام انبیاء سلف سے افضل ہیں - نص آیت انفسنا وانفسکم اس پر شاہد ہے کیونکہ لفظ انفسنا سے خود حضرت محمد صلعم مراد نہیں ہو سکتے - اس لئے کہ کوئی شخص بھی خود اپنے نفس کو نہیں بلایا کرتا - پس نفس رسول سے کوئی دوسرا شخص مراد ہے اور اجماع قایم ہے (صحیح اور کامل اجماع جسمیں امام معصوم بھی شامل ہو) اس بات پر کہ یہ غیر شخص علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھا - پس آیت مباہلہ میں دلالت ہے کہ نفس و ذات علی علیہ السلام نفس و ذات محمدؐ ہے - لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ نفس علی عیناً نفس پیغیبر صلعم ہو - پس اس سے مراد یہ ہے کہ نفس علی مثل نفس محمد صلعم ہے یہ مقتضی ہے کہ علی پیغیبر صلعم کے ساتھ جملہ امور میں مساوی ہو - سواء نبوت اور فضیلت کے کیونکہ دلایل موجود ہیں کہ محمد صلعم نبی تھے اور علی علیہ السلام نبی نہ تھے اور اجماع قائم ہے کہ محمد صلعم علی علیہ السلام سے افضل تھے - پس ان دو باتوں کے سواء جملہ امور میں مساوی تھے اس کے بعد اجماع دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ پیغمبر اسلام جملہ انبیاء علیہم السلام سے افضل تھے - پس لازم ہوا کہ علی علیہ السلام بھی جملہ انبیاء سلف سے افضل ہوں - یہ تو ظاہر آیت مباہلہ سے استدلال ہے - رہا استدلال بالحدیث سو اس کی تائید حدیث میں موجود ہے - جس کو موافق اور مخالف نے قبول کیا ہے کہ پیغبر اسلام علیہ و آلہ السلام نے ارشاد کیا جو شخص کہ آدم کے علم - نوح کے طاعت کو - ابراہیم کی خلت کو - موسےٰ کی

ہیبت کو عیسےٰ کی صفوت کو دیکھنا چاہیے وہ علیؑ ابن ابی طالب کو
دیکھ لیوے اس میں یہ سب صفتیں جمع ہیں (پس یہ حدیث اس
بات پر دلیل ہے کہ جس قدر صفتیں ان پیغمبروں میں متفرق (ہر ایک
نبی میں ایک ایک) تھیں وہ سب علیؑ میں موجود ہیں یہ اس امر
کی دلیل ہے کہ علی علیہ السلام سوا پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام
کے سب نبیوں سے افضل ہیں۔

**ایضاً صفحہ ۷۰۰ سطر ۳۰ میں رازی نے لکھا ہے واما سائر الشیعۃ فقد
کانو قدیماً وحدیثاً یستدلون بھذہ الایۃ علی ان علیاً رضی اللہ عنہ افضل
من سائر الصحابۃ وذلک لان الایۃ لما دلت علی ان نفس علی رضی اللہ
عنہ مثل نفس محمد علیہ السلام الا فیما خصہ الدلیل وکان نفس محمد صلعم
افضل من الصحابۃ رضوان اللہ علیہم فوجب ان یکون نفس علی افضل
ایضاً من سائر الصحابۃ ھذا تقدیر کلام الشیعۃ انتھے بلفظہ**

یعنے تمام شیعہ ہمیشہ اس آیت مباہلہ سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ
علی علیہ السلام تمام صحابہ رسول صلعم سے افضل ہیں کیونکہ جب آیت
مباہلہ دلالت کرتی ہے کہ نفس علی علیہ السلام مثل نفس رسول ہے
سواء نبوت کے تو نفس محمد صلعم یقیناً تمام صحابہ سے افضل تھا تو
لازم ہوا کہ نفس علی علیہ السلام بھی تمام صحابہ سے افضل ہو۔ یہ
ہے خلاصہ عقیدہ شیعوں کا۔

ایضاً صفحہ ۷۰۱ سطر ۳ میں امام فخر رازی شیعوں کے اس صحیح عقیدہ کی
تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ والجواب انہ کما انعقد الاجماع بین المسلمین
علی ان محمداً علیہ السلام افضل من علی فکذلک انعقد الاجماع بینھم قبل ظھور
ھذا الانسان علی ان النبی افضل ممن لیس بنبی واجمعوا علی ان علیاً رضی
اللہ عنہ ما کان نبیاً فلزم القطع بان ظاھر الایۃ کما انہ مخصوص فی حق محمد
صلعم فکذلک مخصوص فی حق سائر الانبیاء علیہم السلام۔ انتھے بلفظہ

یعنے اس عقیدہ شیعہ کا جواب یہ ہے کہ جس طرح مسلمانوں کا اجماع اس

بات پر قایم ہے کہ رسول خدا صلعم جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں - اسی طرح یہ اجماع بھی قایم ہے کہ ہر پیغمبر غیر پیغمبر سے افضل ہے اور اس پر بھی اجماع قایم ہے کہ علی پیغمبر نہیں تھے - پس قطعاً یہ لازم آیا کہ ظاہر آیۂ مباہلہ جس طرح محمد مصطفےٰ صلعم کے حق میں مخصوص ہے دوسرے تمام نبیوں کے حق میں بھی مخصوص ہے - یعنے جس طرح محمد صلعم سے علی افضل نہیں ہیں - دوسرے نبیوں سے بھی علی افضل نہیں ہیں

فرمایا صاحبان ؛ سن لیا آپ نے - امام فخرالدین رازی کے اس مذکورہ استدلال کے دو پہلو تھے ایک علی علیہ السلام کا انبیاء سلف پر افضل نہ ہونا دوسرا اصحابہ پر علیؑ کا افضل نہ ہونا - مگر امام رازی نے اپنی تقریر کے اس دوسرے پہلو افضلیت علیؑ الصحابہ کا کوئی جواب نہیں دیا ہے اور بالکل خاموشی کے ساتھ اس پہلو کو نظر انداز کر کے ...... دبا کے نکل گیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ امام رازی صحابہ پر علی کا افضل ہونا مان گیا ہے اور اس عقیدۂ حقہ شیعہ کی تردید کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے پس علیؑ کا افضل الصحابہ ہونا تو باعتراف مخالف بھی ثابت ہو گیا -

رہا انبیاء سے افضل نہ ہونا علی علیہ السلام کا - سو امام رازی نے فضیلت کے لئے کوئی معیار قائم نہیں کیا ہے جس سے بدلیل ثابت ہو سکتا کہ انبیاء سلف علیؑ سے کیوں افضل ہیں - صرف اجماع غیر معصومین کے ڈھکوسلہ کا ایک حوالہ پیش کر کے کہہ دیا ہے کہ علیؑ انبیاء سلف سے افضل نہیں تھے - چلو چھٹی ہوئی - بخیر وشما بسلامت -

فرمایا - کاش میاں جی آج زندہ ہوتے تو میں ان سے کہتا - کہ خصم کے جواب میں مسلّمات خصم سے جواب ہونا چاہیئے تھا مگر افسوس کہ آپ نے شیعوں کے اس معرکۃ الآراء عقیدۂ حقہ کی تردید کرتے ہوئے صرف اجماع غیر معصومین کو پیش کیا ہے جسکو شیعوں نے کبھی حجت نہیں سمجھا جسکا بیّن ثبوت موجود ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت اسی اجماع سے قائم ہونے

کی وجہ آج تک شیعوں نے تسلیم نہیں کی۔ پھر افضلیت علی علے الانبیاء کی تردید میں امام رازی کا اسی اجماع کے ڈھکوسلہ کو پیش کرنا شیعوں کے نزدیک کیوں کر حجت قرار پا سکتا ہے اس لئے امام رازی کا مقصود اس اجماع سے اگر اہلسنت کا اجماع ہے تو آپ ہی بتائیں ان کا یہ اجماع شیعوں کے لئے کیوں کر حجت ہو سکتا ہے اور اگر تمام امت کا اجماع مراد ہے تو سراسر غلط بہتان اور افترا ہے۔ کیونکہ فرقہ شیعہ کے کروڑوں کی تعداد اس اجماع فخر رازی کے مخالف ہے بلکہ اس پر اجماع ہے کہ علی علیہ السلام سوائے پیغمبر اسلام کے تمام انبیاء پر افضل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ امام رازی کا یہ دعوے اجماع امت کا غلط اور سراسر بہتان ہے جو کسی طرح انبیاء پر افضلیت جناب امیر علیہ السلام میں مانع اور قادح نہیں ہو سکتا حدیث تشبیہ من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ الخ۔ اس موضوع پر کہ مجموعہ صفات انبیاء سلف، علیؑ کی ذات معلّا میں جمع ہونے کے سبب علیؑ تمام انبیاء سلف پر افضل ہیں بغیر کسی قدح کے صحیح اور ثابت ہے اور امام رازی باوجود اس قدر جد و جہد کرنے کے حدیث تشبیہ کے استدلال کو باطل نہیں کر سکا بلکہ کتاب اربعین میں امام رازی نے اس حدیث تشبیہ کی بناء پر علیؑ کو انبیاء سلف کے مساوی تسلیم کر لیا ہے۔ جس پر میں یہ کہتا ہوں کہ مساوی نہیں بلکہ علی افضل انبیاء سے تھے کیونکہ ہر نبی میں ایک وصف تھا اور علی علیہ السلام میں سب انبیاء علیہم السلام کے تمام اوصاف مجموعاً موجود تھے پھر ایک وصف والے سے جامع الاوصاف کیوں کر نہ افضل ہوا اور مساوی ہو گیا

فرمایا۔ امام رازی کا مسئلہ افضلیت علی علیہ السلام علی الانبیا کے تردید میں تمسک بالاجماع کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ فخر رازی شیعوں کے اس صحیح عقیدہ کے نقض کیلئے کوئی دلیل پیش نہیں کر سکا ورنہ اس کے پاس اگر کوئی دلیل ہوتی تو پھر وہ کبھی اجماع جیسے غیر مسلّمہ ڈھکوسلہ کو شیعوں کے مقابلہ میں پیش کرنے کی جرأت ہی نہ کرتا

ارشاد کیا عزیزو غور کرو؟ کہ فخر رازی کے اس استدلال کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ نبی منصب نبوت کی وجہ سے غیر نبی پر افضلیت رکھتے ہیں۔ گویا رازی کے نزدیک نبوت کا منصب ہی افضلیت کا سبب ہے (بہت خوب) فرمائیے جناب؟ اگر نبوت افضلیت کا سبب ہے۔ تو پھر ایک نبی دوسرے نبی پر۔ یا ایک رسول دوسرے رسول پر کیوں افضل ٹھہرایا گیا تلک الرسل فضّلنا بعضہم علیٰ بعض پ ۳ ع ۱

یعنے ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے

اس آیت سے تو فخر رازی کا مقرر کردہ معیار اب ٹوٹ گیا۔ اب بتائیے جناب ان نبیوں۔ رسولوں میں ایک دوسرے پر فضیلت کا سبب کون سی چیز ہوئی۔ نبوت اور رسالت تو سب میں موجود تھی۔ سب کو اس معیار امام رازی کے مطابق مساوی ہونا چاہیئے تھا۔ مگر آیت نے اس معیار کو توڑ دیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کا معیار نبوت و رسالت نہیں ہے بلکہ اور کوئی چیز معیار افضلیت ہے۔ جس میں وہ معیار موجود ہوگا وہی نبی اور غیر نبی سب پر افضل ہوگا۔

فرمایا سنئے؟ وہ معیار افضیلت اب میں بیان کرتا ہوں جو قرآن مجید سے ہی ماخوذ ہے۔ جس کے متعلق میں یہ بھی کہوں گا کہ یہ معیار نہ صرف افضیلت ہی کا معیار ہے بلکہ نبوت ملنے کا بھی یہی معیار رہا ہے جب تک کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہوا ارشاد کیا؟ عزیزو یاد رکھو کہ وہ معیار افضلیّت و نبوت علم ہی ہے صرف علم ہی کے لئے یہ شرف حاصل ہے کہ نبی۔ رسول اور امام علم کے بغیر کوئی بھی نہیں بن سکتا کیونکہ منصبِ نبوت رسالت اور امامت کو علم کے سواء کوئی ادا نہیں کر سکتا پس جس طرح علم سے کوئی نبی رسول اور امام بن سکتا ہے علم سے ہی دوسروں پر درجۂ افضلیت بھی حاصل کر سکتا ہے قرآن مجید میں ایسے شواہد بکثرت موجود ہیں جن سے ہمارا دعویٰ مستنبط اور ماخوذ ہے۔ اول الانبیاء آدمؑ ہی کو دیکھو جسکی نبوت سے فرشتوں نے اعتراض کیا جب خدا نے مشورہ کے طور ملائکہ سے فرمایا۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ کہ اے فرشتو۔ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں

فرشتوں نے کہا اتجعل فیہا من یفسد فیہا و یسفک الدماء یعنے کیا تو اپنا خلیفہ
ایسا شخص بنائیگا جو فساد کریگا زمین میں اور خون گرائیگا۔ اس کے بعد فرشتوں نے
خلافت کے قابل لوگوں کو حسب ذیل لفظوں میں پیش کیا ونحن نسبح بحمدک و
نقدس لک یعنے حالانکہ ہم تیری حمد وثناء کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ مگر خدا
نے مسئلہ خلافت میں نوری بندوں (فرشتوں) کے اتنے بڑے اَن گنت تعداد
کے اجماع کو یہ کہہ کر توڑ دیا کہ انی اعلم ما لا تعلمون کہ اے فرشتو تم جانتے ہی نہیں
جو کچھ کہ میں جانتا ہوں۔

فرمایا صاحبان۔ اس مناظرہ خلافت میں کچھ غور کیا آپ نے کہ جب اتنا بڑا اجماع
نوری اور معصوم بندوں کا اس مسئلہ خلافت میں انی اعلم ما لا تعلمون کی صریح نص
سے خدا نے نامنظور کر دیا تھا تو بتلائیے اس کے مقابلہ میں خلافت ابوبکر پر چند غیر معصوم
ہستیوں کے اجماع کی کیا ہستی اور بساط ہو سکتی تھی جو یہ معدودے چند غیر معصوم
خاکی بندوں کا اجماع خلافت میں قابل قبول ہو سکتا۔ دوسرا یہ پہلو اس میں قابلِ
غور ہے کہ فرشتوں نے خلافت ملنے کا معیار۔ تسبیح۔ تحمید اور تقدیس سمجھ رکھا تھا۔
تب ہی تو کہا ہے ونحن نسبح بحمدک و نقدس لک مگر انہوں نے بھی خلافت کے لئے یہ غلط
معیار سمجھ لیا تھا اس لئے خدا نے چاہا کہ فرشتوں کو خلافت کا صحیح معیار بتائیے چونکہ
مشیت میں یہ گذر چکا تھا کہ آدم خلیفۃ اللہ ہوگا تو اب جس چیز کی ضرورت خلافت
اور نبوت کے لئے تھی وہ آدم کو دیدی گئی فعلم آدم الاسماء کلھا یعنے سب چیزوں
کے نام عرشی۔ فرشی۔ بری اور بحری آدم علیہ السلام کو تعلیم دیدیئے گئے اس کے
بعد آدم کو فرشتوں پر پیش کر کے ان سے کہا گیا انبئونی باسماء ھولاء ان کنتم صادقین
کہ اے فرشتو اگر تم اپنے دعوے (کہ آدم قابل خلافت نہیں بلکہ تم مستحق خلافت ہو)
میں سچے ہو تو ان سب چیزوں کے نام تم بتا دو۔ قالوا لا علم لنا الا ما علمتنا جواب میں
فرشتے سپر انداز ہو گئے اور کہا ہمیں تو علم نہیں ہے مگر اسی قدر جو تو نے ہم کو دیا ہے
اس وقت خدا نے آدمؑ سے کہا یا آدم انبئھم باسمائھم کہ فرشتے تو بتا نہ سکے اچھا تم انکو
یہ سب نام بتا دو فلما انبأھم باسمائھم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات و

الارض واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون - یعنے پس آدم علیہ السلام نے جبکہ سب نام بتا دیئے تو خدا نے فرشتوں سے فرمایا کیا میں تمہیں کہتا نہیں تھا کہ میں تمام آسمانوں اور زمینوں کا علم رکھتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر اور پوشیدہ کرتے ہو سبکو جانتا ہوں -

فرمایا - پس اب صاف ثابت ہوا - کہ علم ہی ایک ایسی چیز تھی جس کے سبب آدمؑ نبی بن گئے اور نوری بندوں (فرشتوں) سے بھی علم ہی کی وجہ سے یہ خاکی پتلا آدم علیہ السلام) افضل قرار پایا - دیکھ لو وہی فرشتے جو اس سے پیشتر اعتراض کر رہے تھے وہ آدم کے سامنے اس کے علم کے سبب اب سربسجود گری پڑے ہیں فسجدوا الا ابلیس جسپر شاہد ہی تو اب ثابت ہوا کہ علم ہی ایک ایسی چیز ہی جس سے کوئی شخص نبی بن سکتا ہی یا باوجود نبی ہونے کے بھی زیادتی علم کے سبب نبیوں سی افضل قرار پا سکتا ہی فوق کل ذی علم علیم کی نص سے ثابت ہی کہ ایک سے ایک زیادہ عالم دنیا میں خدا نے پیدا کیا ہے بلا ریب جو شخص زیادہ عالم ہی وہی دوسروں سے افضل بھی ہے -

فرمایا تو اب اس پر یہ سوال ہو سکتا ہی کہ اعلم علی علیہ السلام تھے یا انبیاء سلف اگر علی علیہ السلام ان سے اعلم ہیں تو پھر بالیقین ان سے افضل بھی وہی قرار پا دیں گے سو اس کے متعلق میں گذارش کرونگا کہ فریقین شیعہ اور سنی کی معتمدہ حدیثیں بکثرت موجود ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام تمام انبیاء سلف سے اعلم تھے سوا ختمی نبوت صلعم کے تمام انبیاء سلف کو بعض علوم دیئے گئے مگر جناب امیرؑ کو کل علوم من اللہ والرسول ہبہ کئے گئے اصل بات یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام اصل فطرت میں بھی خصوصیت سے کچھ ایسے زکی الطبع پیدا ہوئے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے ان کو استعداد علمی اور قابلیت اعلےٰ درجہ کی عطا کی تھی اور حضور ختمی نبوت روحی فداہ تمام حکماء و عقلاء اور جملہ انبیاء کے سر آمد تھے علوم اور حکمت کا بھی آپ پر خاتمہ ہوا جیسا کہ نبوت و رسالت کا ان پر خاتمہ ہوا تھا اور امیر المومنین علی علیہ السلام نے روز ولادت سے ہی اس معدن علم کے کنار عاطفت میں تربیت

پائی تھی اور حصول علم میں ہمیشہ سے ان کی طبیعت راغب تھی۔ مطابق احادیث فریقین دنیا میں پیدا ہوتے ہی پیغمبر اسلام کی زبان کو چوسا۔ ابوطالب کے سوال کرنے پر پیغمبر صلعم نے جواب دیا ھذا علم و حکمۃ کہ ای ابوطالب یہ علم و حکمت ہے جو تیرے بیٹے علی کو چوس رہا ہوں۔ ادہر معلّم کتاب و حکمت رسول خدا صلعم بھی ان کی تعلیم و تربیت میں خصوصیت سے متوجہ رہے اور علوم و حکمت کا ہزار ہزار دروازہ انکو تعلیم دیا جس سے جناب امیر علیہ السلام علم و حکمت میں رسولِ خدا کا معجزہ قرار پا گئے اور تمام عقلاء زمان اور حکماء دوران ان کے فضل علم اور حکمت میں حیران رہ گئے۔ یہاں تک کہ جناب امیر علیہ السلام جملہ علوم کے مقنن ہوئے اور آج تمام دنیا میں جس قدر بھی علوم مروج ہیں سب جناب امیر علیہ السلام ہی کے بنیاد رکھے ہوئے ہیں۔ پس رسول خدا جب جملہ انبیاء علیہم السلام سے اعلم اور علم کی وجہ سے افضل تھے تو لازماً نفس و مثل رسول بھی جملہ انبیاء سے اعلم علم ہی کی وجہ سے افضل ٹھہرے۔ پس یہ نتیجہ ہے کہ نبوت معیار افضلیت نہیں بلکہ علم معیار افضلیت ہے اور اسی معیار پر شیعوں کا یہ راسخ عقیدہ ہے کہ علی بعد از رسول جملہ انبیاء سے افضل ہیں۔

فرمایا خوب یاد رکھو۔ کہ قرآن سے تم کوئی ایسی آیت پیش نہیں کر سکتے جسکا یہ مفہوم ہو کہ نبی غیر نبی سے افضل ہے مگر میں کثرت سے ایسی آیتیں آپ کو سنا سکتا ہوں کہ عالم غیر عالم سے افضل ہے جیسے ایک آیت میں ہے قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

یعنے کہدو اے محمد صلعم آیا برابر ہو سکتے ہیں فضیلت میں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں۔ اور جو علم نہیں رکھتے دوسری آیت بھی سُن لیں۔

والذین اوتوا العلم درجات۔ یعنے جن لوگونکو علم دیا گیا ہے انکو فضیلت حاصل ہے اور ان کے درجات بہت اعلے ہیں۔ یعنے جو جاہل ہیں یا ان سے کمتر علم رکھتے ہیں وہ فضیلت میں ان کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔

ارشاد کیا۔ یہ تو استدلال علی العموم تھا۔ اب خاص اسی موضوع کے متعلق

اہل سنت کی ایک جامع اور سالغ حدیث پیش کرتا ہوں غور سے سماعت فرمائیں

سنو صاحبان کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۱۰۳ سطر ۲ میں

امام العلامہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی عمر بن اذینہ کی روایت سے لکھتا ہے کہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا قال امیر المومنین علیہ السلام الا

ان العلم ھبط بہ آدم علیہ السلام من السماء الی الارض وجمیع ما فضلت بہ

النبیون الی خاتم النبیین فی عترۃ خاتم النبیین صلعم انتہٰی بلفظہ

یعنے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا آیا الیسا نہیں کہ جس علم کے سبب

سے حضرت آدم علیہ السلام کا آسمان سے زمین کی طرف ھبوط ہوا

ہے اور تمام وہ علوم جن کے سبب تمام نبیوں کو خاتم الانبیا صلعم تک

فضیلت حاصل ہوئی ہے وہ سارے علوم عترت خاتم الانبیاء صلعم

میں موجود تھے۔

ایضاً صفحہ ۱۰۳ سطر ۵ میں مرقوم ہے۔ قال الصادق علیہ السلام علم الکتاب

کلہ واللہ عندنا وما اعطی وزیر سلیمان بن داؤد علیہم السلام انما عندہ حرف

واحد من الاسم الاعظم وعلم بعض الکتاب کان عندہ قال تعالیٰ قال الذی

عندہ علم من الکتاب ای بعض الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک

طرفک قال تعالیٰ لموسی علیہ السلام وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء موعظۃ بمن

التبعیض وقال فی عیسیٰ علیہ السلام ولیبین لکم بعض الذی تختلفون فیہ

بکلمۃ البعض وقال فی علی علیہ السلام ومن عندہ علم الکتاب ای کل الکتاب

وقال ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین وعلم ھذا الکتاب عندہ

یعنے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ قرآن مجید کا

تمام مکمل علم ہم اہلبیت رسولخدا صلعم کے پاس ہے اور وزیر سلیمان بن

داؤد علیہما السلام کو جسقدر بھی علم دیا گیا تھا وہ صرف ایک حرف اسم اعظم کا

تھا اور کتاب کے صرف ایک حصہ کا اس کو علم دیا گیا تھا جیسا کہ خداوند

فرماتا ہے کہ کہا اس شخص نے جس کو کچھ حصہ کتاب کے علم کا دیا گیا تھا

کہ آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے میں تخت کو آپ کے حضور میں حاضر
کرتا ہوں اور جناب موسیٰ کلیم اللہ کے متعلق فرماتا ہے من کل شئی موعظۃً
من تبعیض کے ساتھ اور کل شئی نہیں فرمایا۔ اسی طرح جناب عیسیٰ
علیہ السلام کے متعلق بھی کلمہ بعض کے ساتھ ارشاد کیا ولیبین لکم
بعض الذی مگر جناب امیر علی علیہ السلام کے متعلق قرآن میں فرمایا ہے
ومن عندہ علم الکتاب یعنے علی علیہ السلام وہ شخص ہے کہ تمام کتاب
اللہ کا اس کو پورا علم دیا گیا ہے۔ کون سی کتاب جس کی شان ہے لا
رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کہ تر اور خشک کوئی چیز بھی مخلوق
خدا میں ایسی نہیں کہ جس کا اس کتاب اللہ میں علم نہ موجود ہو۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ اولوالعزم نبیوں کو بہ نص قرآن بعض علم حاصل تھے۔ مگر
جناب امیر علیہ السلام کو خاتم الانبیاء صلعم سے تمام علوم ام الکتاب کے مل گئے
تھے اس لئے سوائے پیغمبر اسلام کے تمام انبیاء سلف پر جناب امیر علیہ السلام افضل
تھے اس لئے قرآن دانی کا مکمل دعوے سوائے علی علیہ السلام کے کسی اور نے نہیں
کیا ہے جیسا کہ ینابیع المودۃ مذکور کے صفحہ ۲۸۷ سطر ۸ میں بروایت ابن سعد
مرقوم ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا واللہ ما نزلت اٰیۃ الا وقد علمت فیما
نزلت واین نزلت وعلی من نزلت ان ربی وھب لی قلباً عقولاً ولساناً ناطقاً

یعنے خدا کی قسم قرآن میں بسم اللہ سے والناس تک کوئی آیت نازل
نہیں ہوئی مگر میں (علی) جانتا ہوں کہ کس میں نازل ہوئی۔ کہاں نازل
ہوئی۔ کس پر نازل ہوئی کہ خدا نے مجھے سمجھدار دل اور زبانِ ناطق
عطا فرمائی ہے۔

ایضاً سطر ۱۰ میں بروایت ابی الطفیل منقول ہے قال علی علیہ السلام سلونی
فی کتاب اللہ فانہ لیس من آیۃ الا وقد عرفت بلیل نزلت ام بنہارٍ ام فی سہل
ام فی جبلٍ

یعنے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے جو چاہو کتاب اللہ میں پوچھو

کیونکہ اس میں کوئی بھی آیت نہیں ہے مگر میں (علی) جانتا ہوں کہ رات
میں نازل ہوئی یا دن میں ۔ میدانوں میں نازل ہوئی یا پہاڑوں میں
فرمایا غرض اس قسم کی بیسیوں حدیثیں فریقین کی کتب معتمدہ میں موجود ہیں
جن سے یہ ثابت ہے کہ رسول آخر الزمان فداہ روحی کے بعد صرف علی ایک ایسے عالم
علم الکتاب تھے کہ تمام انبیاء سلف کا مجموعہ علوم بھی ان کے علوم کے مقابلہ میں
گویا ایک قطرہ سمندر کے مقابلہ میں ہے بچارے صحابہ تو ان کے مقابلہ میں کسی قطار
و شمار ہی میں نہیں آسکتے جیسا کہ اسی ینابیع المودۃ صفحہ ۷۰ سطر ۶ میں شیخ
سلیمان حنفی کلبی سے نقل کرتا ہے کہ ابن عباس سے مروی ہے علم النبی صلعم
من علم اللہ وعلم علی من علم النبی صلعم وعلمی من علم علی علیہ السلام وما علمی و
علم الصحابۃ فی علم علی الا کقطرۃ فی سبعۃ ابحر

یعنے پیغمبر خدا کو خدا سے علم ملا اور علی کو پیغمبر صلعم سے علم حاصل ہوا اور
مجھے علی علیہ السلام سے ملا ہے میرا اور تمام صحابہ کا مجموعہ علم بمقابلہ علم
علی علیہ السلام کے گویا ایک قطرہ ہے سات دریاؤں میں ۔

ایضاً صفحہ ۷۰ سطر ۳ میں حموینی سے نقل کیا ہے کہ اس نے شقیق ابن مسعود سے
روایت کی ہے

نزل القرآن علی سبعۃ احرف لہ ظھر و باطن وان عند علی علیہ السلام علم
القرآن ظاھرہ و باطنہ

یعنے قرآن کا نزول سات حرفوں پر ہوا ہے اور اس کے لئے ظاہر بھی
ہے اور باطن بھی اور یہ تحقیق کہ مکمل علم قرآن علی علیہ السلام کو حاصل ہے
اس کا ظاہری علم بھی اور باطنی علم بھی ۔

محمد بن علی الحکیم الترمذی شرح رسالہ فتح مبین میں لکھتا ہے کہ امام المفسرین
ابن عباس نے کہا العلم عشرۃ اجزاء لعلی تسعۃ اجزاء وللناس عشر الباقی
وھو اعلمھم بہ کذا فی ینابیع المودۃ صفحہ ۷۰ سطر ۱۳

یعنے دنیا میں کل علم دس حصوں میں تقسیم ہوا نو حصے تو مخصوص علی

کو دیئے گئے اور علم کا دسواں حصہ تمام لوگوں میں تقسیم ہوا - اور اس دسویں حصہ میں بھی علی علیہ السلام سب لوگوں سے زیادہ عالم ہیں -

فرمایا صاحبان ؟ اب ایسی صورت میں جبکہ معیار فضلیت اعلم ہے سب نبیوں سے زیادہ ذات علی علیہ السلام میں باتفاق فریقین ثابت ہے تو لامحالہ علی علیہ السلام سوا پیغمبر اسلام صلعم کے جملہ انبیاء سلف سے افضل ثابت ہوئے -

ارشاد کیا جن لوگوں کو انبیاء سلف پر علی علیہ السلام کے افضل ہونے میں تعجب ہے ان کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام نے تو یہاں تک فرمادیا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے برابر مرتبہ اور فضیلت میں ہیں اس حدیث میں سید عالم کی بھی کوئی قید نہیں لگائی گئی ہے - علم کی یہ شرافت ہے کہ امت مرحومہ کا ہر امتی عالم دین بھی پہلے نبیوں کے برابر مساوی اور مرتبۂ فضیلت رکھتا ہے - اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوا کہ نبوت معیار فضیلت نہیں ہے ورنہ بڑے سے بڑا عالم بھی نبیوں کے برابر کسی طرح قرار نہ دیا جاتا بلکہ چھوٹے سے چھوٹا نبی بھی بمعیار نبوت ہر بڑے عالم سے افضل ہوتا مگر اس مشہور اور متفق علیہ حدیث نے افضلیت کے معیار نبوت کو باطل ثابت کرکے روشن کر دیا کہ درحقیقت معیار افضلیت صرف علم ہے نہ نبوت پھر جب انبیاء سلف اس صحیح اور متفقہ فریقین حدیث کے مطابق امت مرحومہ کے امتی عالم سے افضل نہیں ہو سکتے تو غور کرو کہ انبیا نفس اور مثل رسول صلعم (علی ابن ابی طالب ؑ) سے کیونکر افضل قرار پا سکتے ہیں ان دلائل قاہرہ کے بعد بھی جو شخص کہ انبیاء سلف پر زوج بتول مثل و نفس رسول علی ابن ابی طالب کو افضل نہیں سمجھیگا وہ درحقیقت رسول اور نفس رسول ہی کو نہیں سمجھا ہے اور انت منی بمنزلتہ ہارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی کی کنہ تک نہیں پہنچا ہے

لفظ ابنائنا کی تشریح اور فضیلت حسنین علیہم السلام

ارشاد کیا صاحبان! متفقہ فریقین تواریخ۔ تفاسیر۔ سیر اور حدیث سے مباہلہ کا واقعہ مختصر گذارش کر دیا گیا۔ اب آیت مباہلہ میں جو تین لفظ ابنائنا نسائنا اور انفسنا وارد ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک لفظ اپنی اپنی جگہ بہت قابل غور ہے اور میں بھی ہر لفظ کو علیحدہ علیحدہ ذرا توضیح کے ساتھ گذارش کرتا ہوں۔ غور سے سماعت فرمائیں۔

فرمایا پہلا لفظ آیت میں ابنائنا وارد ہوا ہے اور یہ لفظ ابنا۔ ابن کی جمع ہے۔ بنوں بھی جمع آئی ہے جس کے معنے بیٹے کے ہیں بیٹی لفظ ابن میں داخل نہیں ہے۔ کبھی لفظ ولد بھی بیٹے کو کہا جاتا ہے۔ مگر ان دونوں لفظوں میں تخصیص اور تعمیم کا فرق ہے یعنے لفظ ابن خاص ہے اور لفظ ولد عام ہے۔ ابن کا لفظ بناء سے ماخوذ ہے جس کے معنی بنیاد کے ہیں چونکہ باپ کی جگہ بیٹے کے قائمقام ہونے کی وجہ باپ کی بنیاد قائم رہتی ہے اس لئے عربی میں بیٹے کے لئے ابن کا لفظ موضوع ہوا۔ ولد کی جمع اولاد آتی ہے یہ لفظ تولد سے ماخوذ ہے اور ہر متولد ہونی چیز کو ولد کہا جاتا ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ انسان ہو یا حیوان جیسے ولد البقر۔ ولد البعیر ولد الغنم وغیرہ بلکہ درخت کی بیج میں سے جو نیا پودا متولد ہوتا ہے اس کو بھی ولد الشجر کہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ حلال زادہ ولد الحلال کہلاتا ہے اور حرامزادہ ولد الحرام۔ پس ثابت ہوا کہ لفظ ولد کا مفہوم عام ہے یا ولد جو متولد ہوا حلال سے ہو خواہ حرام سے لفظ ولد کے مفہوم میں داخل ہے بخلاف لفظ ابن جو شرعی ولد الحلال کے سوا کسی اور پر اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ فرمایا دوستو! بس یاد رکھو کہ آیت مباہلہ میں حسنین علیہما السلام صلبی ابناء رسول نہ ہونے کے باوجود بھی ابناء رسول کے لفظ سے خدا کا یاد فرمانا اسی حکمت اور مصلحت پر مبنی تھا کہ امت رسول یہ سمجھ لیوے کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے رسالت و نبوت کی بنیاد خلافت اور

امامت حسن اور حسین علیہما السلام سے قائم رہ سکتی ہے یعنے پیغمبر اسلام کے
صحیح اور جائز جانشین حسنین علیہما السلام ہیں۔ پس حسنین جبکہ بحیثیت ابنی
صلعم مباہلہ میں شرکت رسالت کی قابلیت رکھتے ہیں تو بعد وفات رسول
رسالت کی نیابت اخلافت اکے لئے بطریق اولےٰ وہی قابل اور حقدار
ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ اہل غرض الذین فی قلوبھم مرض نے مطلقاً
ان باتوں کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ مدتوں حسن تمنا کی تاک میں لگے ہوئے
تھے ناجائز وسائل اور ذرائع سے ابناء رسول صلعم کے حقوق کو تلف اور
غصب کر کے خود اصحاب عمائم اور ارباب مکارم بن بیٹھے فانھم قد ضلوا واضلوا

فرمایا آیت مباہلہ کے مطابق حسنین علیہما السلام کو فرزندان رسولخدا مان
لینے میں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم کہ
محمد صلعم تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کا باپ نہیں ہے کے مطابق
پیغمبر خدا صلعم حسنین کے بھی باپ نہ ہونے چاہئیں سو اس کا جواب صاف
ہے کہ یہ آیت خاص زید بن حارثہؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور پھر اس
میں من رجالکم کا جملہ موجود ہے یعنے تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ
نہیں ہے جو امت کے لئے خطاب ہے تو اس سے یہ کیونکر لازم آیا۔ کہ
پیغمبر صلعم انکے بھی باپ نہیں ہیں۔ مزید براں اس آیت میں
رسول کی ابوت امت کی نفی کی گئی ہے اور آیت مباہلہ میں بنوت
حسنین کی پیغمبر صلعم کی طرف اضافت کی گئی ہے اور پھر خود رسول خدا
صلعم ارشاد فرماتے ہیں الحسن والحسین ھذان ابنائی قاما او قعدا کہ
حسنین دونوں میرے بیٹے ہیں کھڑے ہوں یا بیٹھے۔ اب ذرا اور وسعت
سے غائر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ مکہ و مدینہ میں جو شخص بھی موجود ہے
وہ حسنین کو یابن رسول اللہ کے نام کے سوا اور کسی نام اور خطاب
سے یاد ہی نہیں کرتا۔ غرض مدینہ اور مکہ کے در و دیوار تک حسنین کے ابن
الرسول ہونے کی شہادت دیتے رہے کسی نے ابن البتول یا ابن المرتضیٰ
کہ کر ان کو نہ پکارا۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ آیت مباہلہ کی تعمیل میں

پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے لفظ ابنا کا مفہوم عملی رنگ میں صرف حسنین کو ظاہر کر کے دکھا دیا تھا۔ کیونکہ فاطمہ تو کسی طرح ابناء کا مفہوم نہیں ہو سکتی نہ علی کسی طرح لفظ ابنا کے تحت میں آسکتا تھا۔ اب امت کو جب معلوم ہوا کہ خدا نے حسنین کو ابن الرسول کہا ہے اور پیغمبر صلعم نے قولاً اور عملاً دونوں طرح حسنین کو ابن ظاہر کیا ہے تو دنیا ساری ان کو ابن الرسول کہنے لگی مگر افسوس کہ اسی ابن الرسول کو کن کن ستموں اور ظلموں کے ساتھ اس ناخلف امت نے مہمان بلا کر مسافرت میں شہید کر ڈالا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابن عمر سے کسی عراقی نے پشہ کے خون کے متعلق بحالت احرام سوال کیا جس کے جواب میں ابن عمر نے کہا انظروا الی ھذا یسئل عن دم البعوضۃ و قد قتلوا ابن رسول اللہ وسمعت رسول اللہ یقول ان الحسن والحسین ھما ریحانتای من الدنیا

یعنے ابن عمر نے کہا دیکھو اس شخص کی طرف کہ مچھر کے خون کے متعلق تو یہ سوال کر رہا ہے حالانکہ فرزند رسول خدا صلعم کو انہوں نے قتل کر دیا ہے میں نے خود پیغمبر صلعم سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ دونوں (حسنین) میرے خوشبودار دو پھول ہیں اس دنیا میں۔

صواعق محرقہ مطبوعہ میمنیہ مصر صفحہ ۱۶۹ سطر ۱۳ میں امام ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا حسین منی وانا منہ احب اللہ من احب حسینا الحسن والحسین سبطان من الاسباط انتہے بلفظ

بخاری نے فی الادب المفرد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی یعلیٰ بن مرہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ یعنے پیغمبر صلعم نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں خدا دوست رکھے جو حسین کو دوست رکھتا ہے۔ حسن اور حسین دونوں سبط ہیں اسباط میں سے۔

فرملیا ودستوبہ حسنین علیہما السلام کی جو عزت اور عظمت خدا اور اس کے

رسول کے نزدیک تھی اس آیت مباہلہ اور اہل سنت کی ان معتمدہ حدیثوں
سے اِس پر میں کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکا ہوں جس طرح ان کے
جسم واجب التعظیم تھے ان کے اسم (نام) بھی اسی طرح واجب التکریم ہیں
کیونکہ یہ ان کے نام بھی دنیاوی ناموں میں سے نہیں تھے جسم حسنین
کی نسبت تو پیغمبر صلعم نے یہ شہادت دی ہے ان الحسن والحسین سیدا
شباب اھل الجنۃ صواعق محرقہ مطبوعہ بہیہ مصر صفحہ ۱۶۸ سطر ۲۲ - تاریخ الخلفا
مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۸۷ سطر ۱۲ یعنے حسنین دونوں سردار ہیں جوانان اہلِ
بہشت کے - اب ان کے اسم (نام) کے متعلق بھی سن لیں کہ ابن سعد
نے عمران بن سلیمان سے روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا الحسن و
الحسین اسمان من اسماء اہل الجنہ ما سمیت العرب بہما فی الجاھلیۃ -
صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۹ سطر ۲۲ و تاریخ الخلفاء مطبوعہ سرکاری
لاہور صفحہ ۱۸۷ سطر ۱۴ یعنے حسن اور حسین دونوں نام اہل بہشت کے ناموں
سے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عرب یہ نام نہیں رکھا کرتے تھے
بغوی اور عبد الغنی نے الیضاح میں سلمان سے نقل کیا ہے -
ان النبی قال سمی ھارون ابنیہ شبرا و شبیرا وانی سمیت ابنی الحسن والحسین
بما سمی بہ ہارون ابنیہ انتہے بلفظ صواعق محرقہ صفحہ ۱۶۹ سطر ۲۱

یعنے رسولِ خدا صلعم نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے
اپنے بیٹوں کا نام شبر اور شبیر رکھا تھا اور میں نے بھی اپنے دو بیٹوں
کا نام حسن اور حسین رکھا ہے جن معنوں میں کہ ہارون نے اپنے
دونوں بیٹوں کے نام رکھے تھے -

اور مفضل سے منقول ہے کہ ان اللہ حجب اسم الحسن والحسین حتی سمے بھما
النبی ابنیہ تاریخ الخلفاء مطبوعہ سرکاری لاہور صفحہ ۱۸۷ سطر ۱۱ یعنے خدائے
تعالیٰ نے حسن اور حسین دونوں نام بہشت میں پوشیدہ رکھے ہوئے تھے
یہاں تک کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے اپنے دونوں بیٹوں کے یہ دو نام
رکھ لئے - شاہ ولی اللہ دہلوی ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں اخرج الترمذی

وعبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند مسلسلاً بالسیادۃ الاشراف ان النبی اخذ بید الحسن و الحسین وقال من احبنی واحب ھذین و اباھما و امھما کان معی فی درجتی یوم القیمۃ

یعنے ترمذی اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند سادات اشراف سے سلسلوار یہ حدیث نقل کی ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو شخص مجھ سے اور ان دونوں سے اور انکے باپ اور ماں سے محبت رکھے گا وہ بروز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

فرمایا بہر حال اس قسم کی حدیثیں مسانید آئمہ اہلسنت میں بکثرت وارد ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ حسنین کے لئے یہ سب سے بڑی فضیلت ہے کہ فرزند علیؑ وفاطمہؑ ہونے کے باوجود بحکم خدا و نص قرآن وہ فرزندان پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام قرار پائے جس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۷۰۰ سطر ۱۱ میں امام رازی رقمطراز ہیں ھذہ الایۃ دالۃ علی ان الحسن و الحسین علیہما السلام کانا ابنی رسول اللہ صلعم وعد ان یدعوا ابنائہ فدعا الحسنؑ والحسینؑ فوجب ان یکونا ابنیہ و مما یؤکد ھذا قولہ تعالیٰ فی سورۃ الانعام ومن ذریتہ داؤد و سلیمان الی قولہ و زکریا و یحیی و عیسی و معلوم ان عیسی علیہ السلام انتسب الی ابراھیم علیہ السلام بالام لا بالاب فثبت ان ابن البنت قد یسمی ابنا انتہے بلفظہ

یعنے یہ آیت مباہلہ دلالت کرتی ہے کہ حسن اور حسین علیہما السلام دونوں فرزندان پیغمبر صلعم ہیں کہ اہل نجران سے پیغمبر صلعم نے وعدہ کیا تھا کہ بیٹوں کو بلائیں گے۔ پس پیغمبر صلعم نے حسنین کو بلایا پس واجب ہوا کہ حسنین پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے بیٹے ہوں اور اسی بات کی تاکید ہوتی ہے سورۂ انعام کی اس

آیت سے جو خدا فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے ہے
داؤد سلیمان الی قولہ زکریا۔ یحیی اور عیسے حالانکہ عیسے صرف
ماں کی طرف سے حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ہے نہ باپ
کی طرف سے (کیونکہ باپ تو وہ رکھتا ہی نہیں) پس اس سے
ثابت ہوا کہ بیٹی کے فرزند کو بیٹا نام رکھ لیا جاتا ہے۔

لفظ نسائنا کی تشریح اور فضلیت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا

ارشاد کیا کہ لفظ لنساء لنسوہ اور لنسوان تینوں اسم ہیں جو عربی میں عورتوں
کی جماعت کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ آئمہ لغات نے لکھا ہے کہ
لفظ لنساء لنسئی الشئے سے ماخوذ ہے جس سے کسی چیز کو موخر یعنے پیچھے
رکھنا مقصود ہو کیونکہ جب مرد ممالک ومعارک اور جنگوں میں جایا کرتے
تو عورتوں کو اپنے پیچھے محفوظ جگہوں میں چھوڑ جاتے۔
ابن السکیت سے منقول ہے کہ لفظ لنساء لفظ النس کا مقلوب ہے
کیونکہ عورتوں سے مردوں کو فطرۃً انس ہوتا ہے اس لئے عربی میں عورتوں
کو لنساء لنسوہ اور لنسوان کے الفاظ سے موسوم کیا گیا۔ مجمع البحرین میں
طریحی نے لکھا ہے وسمیے النساء فیھن النس الرجال کما جاءت بہ الروایۃ
یعنے لفظ النساء سے مطلب یہ ہے کہ عورتیں مونس اور انیس ہوتی
ہیں مردوں کے لئے جیسا کہ روایت میں یہی وجہ تسمیہ بیان
ہوئی ہے۔
فرمایا یاد رکھو کہ قرآن مجید میں جہاں ابناء کے ساتھ لفظ لنساء کا آیا ہے
وہاں عموماً لنساء سے بنات مراد لیگئی ہے مثلاً دیکھو ایک جگہ فرمایا ہے
واذ نجینا کم من آل فرعون یسو مونکم سوٓء العذاب یذبحون ابنائکم و
یستحیون نسائکم
یعنے جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے بچا لیا جو تم کو سخت عذاب
دیا کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو تو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو

اپنی کنیزی کے لئے زندہ رکھتے تھے۔

اسی طرح آیت مباہلہ میں بھی چونکہ لفظ ابنائنا کے ساتھ نسائنا مذکور ہے اس لئے بیٹی کے لئے یہاں لفظ نساء اطلاق ہوا اور پیغمبر صلعم نے بھی عملی رنگ میں حسنین بیٹوں کو ابنائنا کا مفہوم اور فاطمہ بیٹی کو نسائنا کا مفہوم اُمت پر ظاہر کرنے کی غرض سے مباہلہ میں ہمراہ لیا۔

ارشاد کیا اس لفظ کے استعمال میں یہ وجہ بھی تھی کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام دنیا میں طبقہ اناث اور نساء میں سے جناب سیدۂ طاہرہ بتول عذرا کے ساتھ چونکہ سب سے زیادہ مانوس تھے اس لئے خدا نے محبوب کی خاطر اُن کی بیٹی کے لئے وہی لفظ نساء اطلاق کیا جس سے ان کی محبت اور انس کا ثبوت امت کے لئے قیامت تک ظاہر ہوتا رہے اور پیغمبر صلعم نے یہ مفہوم ظاہر بھی کر دیا جیسا کہ ابنِ عباس سے مروی ہے قال رسول اللّٰہ صلعم افضل رجال العالمین فی زمانی ھذا علی وافضل نساء الاولین والاٰخرین فاطمۃ۔ مودۃ القربیٰ

یعنے پیغمبر صلعم نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کے مردوں سے میرے زمانہ میں علی علیہ السلام افضل ہیں اور دنیا کی گذشتہ اور آئیندہ سب عورتوں سے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا افضل ہیں۔

فرمایا اصل بات یہ ہے کہ جناب سیدہ طاہرہ بنت محمد مصطفےٰ صلعم عام بیٹیوں کی طرح صرف بیٹی ہونے کی حیثیت ہی نہیں رکھتی تھی بلکہ اخلاق محمدیہ کا کامل نمونہ اور زہد و علم و عبادت احمدیہ کا زندہ مجسمہ تھیں کیونکہ سیدہ طاہرہ نے پیدائش کے وقت سے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے آغوش میں پرورش پائی حضور فداہ روحی بھی وہ پیغمبر ختمی مرتبت تھے جس پر ہر پہلو سے مرتبہ نبوت و رسالت کا خاتمہ ہو چکا تھا جو معرفت الٰہی اور مکارم اخلاق کی ایسی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے جس میں کسی افزائش اور بیشی کی گنجائش ہی نہیں ہے اور نہ جس کی تعلیم کے بعد اب قیامت تک کسی مزید تعلیم کی ضرورت باقی ہے چنانچہ اسی مقصد

معلم کی تعلیم وتربیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ جناب سیدہ ابتدا ہی سے محاسن اخلاق
کا نمونہ تھیں۔ لڑکپن۔ آپ کا کھیل۔ خداپرستی اور تصفیہ قلب کی کوشش کے
سوا اور کچھ نہ تھا۔ آپ کی فطرت سلیمہ کا تقاضا ہی یہ نہ تھا کہ معمولی آدمیوں
کی طرح لہو ولعب اور بے فایدہ کھیلوں میں اوقات ضائع کرتیں بچپن ہی
میں آپ کو پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے وہ تعلیم دی کہ آخر میں تمامی
قوم کو حضرت عائشہ کے اس کلام کی تصدیق کرنی پڑی کہ جناب سیدہ
فاطمہ زہرا کے سواء محاسن اخلاق وسیرت وصداقت وسکینہ ووقار میں
پیغمبر خدا روحی لہ الفدا کا مثل کوئی نہیں ہے ابتدا ہی سے علوم لدنیہ و
احکام ربانیہ کی تعلیم حضور نے آپ کو دی جو وحی پیغمبر صلعم خدا پر نازل
ہوتی تھی وہ عموماً سب سے پہلے آپ کو معلوم ہوجاتی تھی۔
فرمایا جناب سیدہ طاہرہ بتول عذرا میں یہ ایسے خصائص تھے جن
کی وجہ سے رسول خدا صلعم سیدہ سلام اللہ علیہا کو طبقۂ اناث میں سب سے
زیادہ دوست رکھتے تھے اور ان کی رضا وخوشنودی کو خدا کی رضا اور خوشنودی
بیان فرماتے رہے جیسا منقول ہے کہ ایک روز رسول اسلام علیہ وآلہ السلام
جناب سیدہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ کہ جو پہچانتا
ہے البتہ وہ پہچان لے کہ یہ میری بیٹی فاطمہ میری پارہ جگر ہے جس شخص نے اس
کو ستایا اور آزردہ کیا اس نے مجھے ستایا اور آزردہ کیا اور جس نے مجھے ستایا
اور آزردہ کیا۔ اس نے خدا کو ستایا اور آزردہ کیا اور جو شخص خدا کو ستائے
اور آزردہ کرے وہ ملعون ہے۔ فاطمہ کو ستانے والے پر خدا لعنت کرے تحقیق
کہ فاطمہ کے غضب سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور اس کی رضاء سے خدا
راضی ہوتا ہے (ناسخ التواریخ۔ مدارج النبوۃ۔ ینابیع المودۃ کنز العمال
میں ملا علی متقی نے اس حدیث کو اس طرح نقل کیا ہے عن علی علیہ
السلام قال رسول اللہ صلعم ان اللہ یغضب لغضبک ویرضی لرضاک
یعنے پیغمبر نے جناب سیدہ سے فرمایا کہ خدا تعالے تیرے غضبناک ہونے
سے غضبناک ہوتا ہے اور تیرے راضی ہونے سے راضی ہوتا ہے۔

اسی مفہوم کی حدیث کتاب اصابہ میں بھی ہے اور مفتاح النجاہ میں مرزا محمد معتمد خان بدخشانی نے بھی نقل کی ہے۔ اسد الغابہ میں اور حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو سلسلہ وار نقل کر کے لکھا ہے ھذا حدیث صحیح الاسناد اور شاہ عبدالحق مدارج النبوت میں لکھتے ہیں۔ بصحت پیوستہ کہ فرمودہ فاطمہ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی ومن اغضبھا فقد اغضبنی و نیز آمدہ ان اللہ یغضب لغضب فاطمہ ویرضی برضاھا شفاء قاضی عیاض میں ہے انھا بضعۃ منی یغضبنی ما یغضبھا ترمذی میں ہے۔ انھا بضعۃ منی یریبنی من رابھا ویوذینی من اذاھا صحیح مسلم میں ہے انھا بضعۃ منی یوذینی من اذاھا ویسرنی ما سرھا صحیح بخاری جلد ۲ فضائل اصحاب النبی باب مناقب فاطمہ صفحہ ۵۷ مطبوعہ بمبئی میں ہے عن المسور بن مخرمہ ان رسول اللہ صلعم قال فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا فقد اغضبنی

یعنے پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے فاطمہ میرا ایک ٹکڑہ ہے جس نے اس کو رنجیدہ اور غضبناک کیا اس نے مجھے رنجیدہ اور غضبناک کیا۔

یہ حدیث بخاری کے کتاب الفضایل کے باب قرابہ رسول صفحہ ۷۱ مطبوعہ بمبئی میں بھی موجود مرقوم ہے اور مشکواۃ مطبوعہ محمدی دہلی باب مناقب اہلبیت صفحہ ۵۶۸ میں بھی موجود ہے۔ فتح الباری میں ابن حجر نے حدیث فانما ھی (ای فاطمۃ) بضعۃ منی یریبنی ما رابھا ویوذینی ما اذاھا کی شرح میں لکھا ہے وفی الحدیث تحریم اذی من یتاذی النبی صلعم بتاذیہ لان اذی النبی حرام اتفاقا قلیلۃ وکثیرۃ وقد جزم بانہ یوذیہ ما اذی فاطمۃ فکل من وقع منہ حق فاطمۃ شیئ فتاذت بہ فھو یوذالنبی لشہادۃ ھذا الخبر الصحیح ولا شیئ اعظم من ادخال الاذی علیھا انتہے بلفظہ

یعنے حدیث میں ہے کہ اس شخص کو اذیت پہنچانا حرام ہے جس کی اذیت سے نبی کو اذیت ہوتی ہے کیونکہ نبی کو ایذا دینا حرام ہے بالاتفاق خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اور یہ امر قطعی ہے کہ جو فاطمہ کو اذیت کا باعث ہو اس سے نبی کو اذیت ہوتی ہے پس ہر وہ شخص

جس سے کوئی ایسا فعل فاطمہ کے حق میں سرزد ہو جس سے انکو
اذیت و رنج پہونچے اس حدیث صحیح کی شہادت سے پیغمبر خدا
کو اذیت دینا ہے اور کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ
فاطمہ کو اذیت پہونچائی جائے خدا تعالےٰ فرماتا ہے ان الذین
یوذون اللّٰہ ورسولہ لعنہم اللّٰہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذاباً
مھیناً (سورہ احزاب پارہ ۲۲) یعنے جو لوگ خدا و رسول کو
اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے
اور ان کے لئے سخت عذاب مقرر کیا گیا ہے۔ دوسری جگہ فرماتا
ہے والذین یوذون رسول اللّٰہ لہم عذاب الیم پ۱۰ ع ۱۴
یعنے اور جو لوگ کہ اذیت دیتے ہیں خدا کے رسول کو ان کے لئے
عذاب شدید الیم ہے۔

فرمایا دوستو! اب خود ہی تم سمجھ لو کہ غصب فدک کرنے میں حضرتِ
ابوبکر نے۔ اور بوقتِ بیعت ابوبکر جناب سیدہ کے گھر کو آگ لگا کر
جلا دینے سے حضرت عمر نے فاطمہ سلام اللّٰہ علیہا کو اذیت[۱] پہونچائی اور
پیغمبر صلعم کی ان مذکورہ حدیثوں کی انھوں نے مطلق پرواہ نہیں کی
تو ان مذکورہ احادیث مرویہ صحاح اہلسنت کے مطابق لازم آتا ہے کہ
شیخین نے فاطمہؑ کو ناراض کر کے خدا اور رسول خدا صلعم کو بھی اپنے سے ناراض
کر لیا ہے کیونکہ سیدہ علیہا السلام کی وفات تک شیخین ان کی ناراضگی کا
کوئی تدارک نہ کر سکے یہاں تک کہ صحیح مسلم وغیرہ کے روایات سے ثابت
ہے کہ جناب سیدہ نے ناراضگی کی وجہ سے یہ وصیت کی تھی کہ شیخین ان
کے جنازہ میں شریک نہ ہوں۔ لہذا ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے
علی علیہ السلام نے جناب سیدہ کو بوقتِ شب دفن کر دیا اور شیخین جنازہ
میں شریک نہیں کئے گئے۔

[۱] جناب سیدہ کو ناراض کرنے کے اسباب اور واقعات مفصل کتاب موعظہ حسنہ
میں دلائل قاہرہ سے بیان کئے گئے ہیں مزید تحقیق کے لئے رسالہ مذکورہ ملاحظہ کریں

فرمایا۔ اِن حدیثوں کے جواب میں اہل سنت دھوکا دینے کی غرض سے
کہدیا کرتے ہیں کہ ابوجہل کی لڑکی سے جب حضرت علی علیہ السلام نے شادی
کی ہے تو جناب سیدہ ان پر ناراض ہوئیں ہیں۔ یہ واقعہ ان لوگوں کا خود
تراشیدہ اور خود ساختہ و پرداختہ ہے اصلیت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے
جناب سیدہ علیہا السلام سے جھوٹ موٹ کہدیا کہ علی ابن ابی طالب نے
ابوجہل کی دختر سے نکاح کرلیا ہے۔ جناب سیدہ نے فرمایا کہ یہ بات صحیح ہے
اس نے جوابدیا کہ میں نے خلاف نہیں عرض کیا اور تین مرتبہ اپنے کلام کا اعادہ
کیا۔ جناب سیدہ بعد غروب آفتاب حسنین اور ام کلثوم کو لے کر پیغمبر خدا صلعم
کے بیت الشرف میں تشریف لائیں۔ امیرالمومنین جب باہر سے گھر میں
آئے تو معلوم ہوا کہ بتول عذرا اپنے والدِ بزرگوار کے پاس گئی ہوئی ہیں
حضرتِ امیر علیہ السلام کو جناب سیدہ کا اس وقت نہ ملنا گراں گذرا لیکن
حیا کی وجہ سے حضور ختمی مرتبت فداہ روحی کے پاس سے ان کو بلا نہ سکے۔
مسجد میں جا کر نمازیں پڑھنا شروع کیں نمازوں سے فراغت کر کے تھوڑی
مٹی جمع کی اور بطور تکیہ کے اس پر سر کو رکھ کر آرام کیا۔
پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام نے سیدہ کو محزون دیکھ کر ان کے چہرہ مبارک
پر پانی چھڑکا اور خود مسجد میں تشریف لائے اور نماز میں مصروف ہوئے ہر
دو رکعت کے بعد آپ دعا کرتے تھے کہ خداوندا فاطمہ کے حزن و ملال کو دور
فرما۔ نماز سے فرصت کر کے گھر میں تشریف لائے تو دیکھا سیدہ نے ابھی
آرام نہیں کیا ہے اور چہرۂ مبارک سے حزن کے آثار ظاہر ہیں پیغمبر صلعم
نے فرمایا اٹھو اے فرزند اور حضرت حسن کو خود گود میں لیا جناب سیدہ نے
امام حسین کو گود میں لیا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس ہیئت سے جب اس
مقام پر آئے جہاں امیرالمومنین علیہ السلام سو رہے تھے پیغمبر خدا روحی لہ الفدا
نے جناب امیر علیہ السلام کے پاؤں پر اپنا پائے اقدس رکھ کر فرمایا **قم یا
ابا تراب** یعنے اے ابوتراب (علی) اٹھو۔ اور ابوبکر۔ عمر اور طلحہ کو ابھی
میرے پاس بلا لاؤ۔ جناب امیر علیہ السلام فوراً اٹھے اور تینوں کو بلا لائے جب وہ

حاضر ہوئے تو رسول خدا صلعم نے جناب امیر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے علی کیا تم کو نہیں معلوم کہ فاطمہ میری پارۂ جگر ہے اور میں اس سے ہوں جو شخص میرے انتقال کے بعد اس کو ستائے تو الیا ہے کہ اس نے اس کو میری زندگی میں ستایا اور جس شخص نے اس کو میری زندگی میں ستایا اس نے گویا اس کو میرے بعد آزردہ کیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے عرض کیا کہ بجا ہے آپ کا ارشاد یا رسول اللہ حضور صلعم نے پوچھا کیا سبب ہوا جو تم نے یہ کہا امیر المومنین نے کہا کہ **خدا کی قسم کسی نے فاطمہؑ کو غلط خبر دی** ہے رسول خدا نے فرمایا سچ کہتے ہو یا علی۔ یہ سن کر جناب سیدہ خوش ہو گئیں اور اس طرح متبسم فرمایا کہ دندان مبارک کی چمک نمایاں ہوئی یہ باتیں سنکر ابو بکر۔ عمر اور طلحہ کو بہت تعجب معلوم ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم کو اس وقت بلانے سے پیغمبر صلعم کا کیا مقصود ہو سکتا ہے اس کے بعد پیغمبر صلعم نے علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا کہ ان کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں مشابک کر دیں اور امام حسن کو گود میں لے لیا۔ امام حسین کو جناب امیر علیہ السلام نے اٹھا لیا اور ام کلثوم کو جناب سیدہ نے گود میں لیا پیغمبر صلعم ان سب کو لے کر گھر میں تشریف لائے اور ایک قطیفہ بچھا کر ان کو لٹایا اور خدا کے سپرد کر کے اپنے گھر تشریف لے گئے اور باقی شب نماز میں بسر فرمائی۔

فرمایا صاحبان؟ سُن لیا آپ نے بس یہ تھی اس واقعہ کی اصلیت کہ جناب امیر علیہ السلام نے حیات سیدہ سلام اللہ علیہا میں یقیناً دوسری شادی نہیں کی اور صاحب ناسخ التواریخ نے اس روایت پر یہ ریمارک کیا ہے کہ صاحب علل الشرائع نے اس روایت کو بھی قابلِ وثوق نہیں سمجھا ہے کیونکہ حضرت علی سید الاوصیا اور جناب فاطمہ سیدۃ النساءؑ ہیں۔ ان کے درمیان کوئی ایسا امر واقع ہی نہیں ہو سکتا جو محتاج اصلاح ہو۔ یہ قصے کہانیاں اہل غرض کی خود ساختہ و پرداختہ ہیں۔

رہا یہ امر کہ ابوبکر اور عمر۔ طلحہ کو اس وقت اپنے بلائے جانے پر تعجب معلوم ہوا اور بادی النظر میں دوسروں کو بھی ان سے غیر متعلق واقعہ میں بلائے جانے پر ضرور تعجب ہوگا۔ مگر اس میں جو راز تھا وہ اہل نظر تاڑ گئے تھے کہ علی۔ نے تو کوئی ایسا فعل کر کے فاطمہ کو ناراض کرنے اور ایذا دینے کا موقع ہی آنے نہیں دیا پھر ان تینوں کو اس موقع پر بلا کر درحقیقت ابوبکر۔ عمر اور طلحہ کو یہ حکم سنایا اور قبل از وقت ایذا رسانی فاطمہ پر ان کو متنبہ کرنا مقصود تھا۔ مگر اس قدر تنبیہ کے بعد بھی غصب باغ فدک اور احراق بیت الرسولؐ میں جناب سیدہ کو وہ ناراض کر گئے اور تا وفات سیدہؑ ان کی ناراضگی کا قطعاً وہ کوئی بھی تدارک نہیں کر سکے۔

فرمایا۔ غرض یاد رکھو کہ جناب سیدہ کی عظمت جلالت اور عزت و فضیلت کے لئے یہ کافی ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام کا قاعدہ تھا کہ جب خیر النساء سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور جناب فاطمہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پیشانی مبارک پر بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھایا کرتے تھے اور جب پیغمبر اسلام صلعم جناب سیدہ کے گھر تشریف لیجایا کرتے تو وہ خود دروازہ کھولا کرتی تھیں اور استقبال کر کے صدر مقام پر بٹھاتی تھیں۔ جب پیغمبر خدا صلعم کو سفر درپیش ہوتا تھا تو سب سے ملنے کے بعد حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا سے ملتے تھے اور انہیں کے گھر سے رخصت ہوا کرتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے جناب خاتون جنت کے گھر آ کر ان سے ملتے تھے اور بقول عائشہ ام المسلمین پیغمبر اسلام صلعم گلوے مبارک سیدہ کو بوسہ دیتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس میری لخت جگر فاطمہؑ سے سیب جنت کی خوشبو آتی ہے (مدارج النبوۃ۔ ینابیع المودۃ)

فرمایا۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے لئے یہ اور ایک خصوصیت تھی جو ازواج رسول خدا صلعم کو بھی نصیب نہ ہو سکی جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ قال رسول اللہ صلعم ابنتی فاطمۃ حوراء ادعیۃ لم تحض وتم

تطمث انما سماھا فاطمۃ لان اللہ قد فطمھا و محبیھا من النار اخرجہ الذہبی
صواعق محرقہ امام ابن حجر مکی صفحہ ۱۴۱ سطر ۱۴ مطبوعہ بہیہ مصر
یعنے پیغمبر صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہے جو
حیض اور طمث سے پاک ہے اس لئے اس کا نام فاطمہ رکھا گیا
کہ خدائے تعالےٰ نے اس کو اور اس کے محبوں کو دوزخ کی آگ
سے جدا رکھا ہے ۔
عن علی علیہ السلام ان النبی صلعم سئل ما البتول فانا سمعناک یا رسول اللہ
تقول مریم بتول و فاطمۃ بتول فقال البتول التی لم تر حمرۃ قطعاً ای لم
تحض فان الحیض مکروہ فی بنات الانبیاء (اخرجہ الحاکم
یعنے جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم سے
پوچھا گیا بتول کس کو کہتے ہیں کیونکہ یا رسول اللہ صلعم ہم نے بارہا
سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے ہیں مریم بتول ہے اور فاطمہ بتول ہے
پیغمبر صلعم نے ارشاد کیا بتول وہ ہے جو سرخی (حیض کا خون) نہ
دیکھے یعنے حیض اور طمث سے پاک ہو۔ کیونکہ حیض نبیوں کی
بیٹیوں کے لئے مکروہ اور معیوب ہے ۔
اسما بنت عمیس سے منقول ہے کہ اس نے کہا قبلت فاطمۃ بالحسن
فلم ارلھا دماً فقلت یا رسول اللہ لم ار لفاطمۃ دماً فی حیض ولا نفاس
فقال لھا صلعم اما علمت ان ابنتی طاھرۃ مطھرۃ لا یرے لھا دماً فی طمث
(مسند اہلبیت) یعنے اسماء نے کہا کہ امام حسن علیہ السلام کے تولد کے وقت
میں جناب سیدہ کی دائی تھی ۔ میں نے ان کو کسی قسم کا خون جو عورتوں کو
ولادت کے وقت آیا کرتا ہے نہ دیکھا ۔ میں نے آں حضرت کی خدمت میں
جاکر عرض کیا یا رسول اللہ صلعم میں نے جناب سیدہ کے لئے خون حیض اور
نفاس کا نہیں دیکھا ۔ پیغمبر صلعم نے ارشاد فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ میری
بیٹی پاک اور پاکیزہ ہے ۔ خون حیض و نفاس اس سے نہیں دیکھا گیا ۔
صواعق محرقہ مطبوعہ بہیہ مصر صفحہ ۱۴۱ سطر ۱۴ میں امام ابن حجر مکی

نے حافظ ابوالقاسم دمشقی سے منقول ہے قال علی لم سمیت فاطمۃ یا رسول اللہ صلعم قال ان اللہ قد فطمہا و ذریتہا من النار انتہٰے بلفظہ

یعنے علی علیہ السلام نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلعم آپ کی بیٹی کا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا۔ فرمایا اس لئے کہ خدا نے اس کو اور اس کی ذریت کو آتش جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔

فرمایا صاحبان۔ کیا ام المسلمین (عائشہ) کے حق میں بھی آں حضرت صلعم نے ایسا فرمایا ہے یا کہیں آں جناب صلعم نے عائشہ کی طہارت عن الحیض والنفاس کی خبر دی ہے جناب سیدہ فاطمہ تو بہ نص آیت تطہیر معصومہ اور مطہرہ تھیں اس لئے طمث حیض و نفاس کی نجاست اور خباثت سے پاک تھیں۔ ام المسلمین چونکہ آیت تطہیر میں شامل نہیں تھیں لہذا بروایت صحاح اہلسنت ام المسلمین عائشہ خود اپنے حق میں یہ شہادت دیتی ہیں کہ میں پیغمبر صلعم کے سر مبارک میں شانہ (کنگا) کر رہی تھی جبکہ میں حالت حیض میں تھی ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

ینابیع المودۃ میں شیخ سلیمان قندوزی حنفی رقمطراز ہے اذا کان یوم القیامۃ ینادی منادیا من بطنان العرش یا اہل القیامۃ اغمضوا ابصارکم لتجوز فاطمۃ بنت محمد صلعم مع قمیص مخضوب بدم الحسین فتحتوی علی ساق العرش فتقول انت الجبار العدل اقض بینی و بین من قتل ولدی فیقضی اللہ لبنتی و رب الکعبۃ ثم تقول اللہم اشفعنی فیمن بکے علی مصیبۃ فشفعہا اللہ فیہم انتہٰے بلفظہ

یعنے پیغمبر علیہ و آلہ السلام نے فرمایا کہ بروز قیامت بطنان عرش سے منادی ندا کرے گا کہ اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو کہ دختر سید الانبیاء بتول عذرا فاطمہ زہرا حسین کا خون آلود کرتہ لئے گذر جائیں۔ پس وہ عرش کو پکڑ کر کہیں گی خدایا تو جبار عادل ہے میرے اور اس شخص کے درمیان فیصلہ کر جس نے میرے

فرزند کو قتل کیا پس خدا کی قسم کہ اللہ تعالےٰ میری بیٹی کے موافق حکم دیگا۔ پھر وہ کہیں گی کہ ای میرے پروردگار جو شخص میرے حسینؑ کی مصیبت پر رویا ہے اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما پس خدای تعالےٰ فاطمہؑ کی شفاعت حسینؑ کے رونیوالوں کے حق میں قبول فرمائیگا۔

ارشاد کیا دوستو، سُن لیا آپ نے یہ شان تھی جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی اور اس لئے آیت مباہلہ میں عورتوں میں سے صرف آپ ہی من اللہ منصوص ہوئیں اور پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام بھی عملی صورت میں عورتوں میں سے صرف سیدہ ہی کو مباہلہ میں ہمراہ لے گئے نہ کوئی دوسری عورت اس عظمت وجلالت وشان کی تھی نہ مباہلہ میں اور کوئی عورت شامل ہو سکی۔ افسوس کہ ام المسلمین عائشہ بھی اس امید میں ہی منہ تکتی رہ گئی اور مباہلہ میں شریک نہ ہو سکی۔

لفظ انفسنا کی تشریح اور حقیقت و افضلیت حضرت علی علیہ السلام

فرمایا دوستو، سنتے ہو کہ قرآن مجید کی اس آیت مجیدہ میں خدا تعالےٰ نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو نفس رسول کے معزز نام سے یاد فرمایا ہے اس لئے مناسب ہے کہ لفظ النفس کی پہلے حقیقت اور معنے آپ سمجھ لیں۔ لغت عرب میں لفظ نفس کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) خون کو عربی میں نفس کہتے ہیں جیسے خون جاری ہونے کو کہا جاتا ہے سالت نفسہ ای دمہ (۲) روح کو بھی نفس کہتے ہیں خرجت نفسہ (۳) آنکھ کو بھی نفس کہتے ہیں جیسے نفستہ بنفس یعنے اصبتہ بعین (۴) عند یہ معنے میں بھی مستعمل ہوا ہے جیسے ولا اعلم ما فی نفسک (۵) ذات الشئے کو بھی نفس کہتے ہیں جیسے جاء بنفسہ یعنے بعینہ نفس بالتحریک خون اور سانس لینے کو کہتے ہیں اسکی جمع انفاس آئی ہے جیسے سبب اور اسباب۔ اسی طرح نفس جبکہ روح کے معنے میں مستعمل ہو تو مؤنث ہے لقولہ تعالےٰ خلقکم

من نفس واحدۃ اور اگر نفس سے شخص مراد ہو تو مذکر ہے اور اس کی جمع انفس ونفوس دونوں آئیں ہیں۔ جیسے فلس ۔ افلس اور فلوس ۔ یہ نفس باعتبار ان صفات کے جو قرآن میں مذکور ہیں چھ قسم پر ہے۔ (۱) نفس امارہ بالسوء ہے یہ وہ نفس ہے جو متابعت ہوا وہوس میں ہو (۲) نفس لوامہ ہے جس کی طرف اشارہ ہے لقولہ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ یہ نفس ہمیشہ ملامت میں ہے حالت احسان میں بھی اور تعدی وتقصیر میں بھی (۳) نفس مطمئنہ کہلاتا ہے یہ وہ نفس ہے جس کے لئے کوئی حزن وغم نہیں ہوتا یا اس لئے وہ مطمئنہ ہے کہ مطمئن الی الحق ہوتا ہے اور روح العلم سے وہ تسکین پا چکا ہے جسکو ریب اور شک کبھی کسی طرح حاصل ہی نہیں ہو سکتا (۴) نفس راضیہ یہ وہ نفس ہے جو ہر حالت میں ہر حالت پر راضی رہتا ہے (۵) نفس مرضیہ یہ وہ نفس ہے جس سے خدا راضی ہوتا ہے (۶) نفس ملہمہ جو ماخوذ ہے من قولہ تعالیٰ فالہمہا فجورھا وتقوٰیھا

فرمایا تجرد نفس ۔ اور اس کے تعلق وتصرف بدن کی کیفیت میں ابحاث کثیرہ ہیں وقت اور محل ان کے بیان کے لئے مقتضی نہیں ہے ۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نفس رسول کا یہ قول ہے ۔ کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ۔ یہ کلام بلاغت نظام بہت سے معالم دین پر مشتمل ہے جن میں سے اس وقت صرف ایک معنے کی طرف اشارہ کرتا ہوں کہ کما لا یمکن التوصل الی معرفۃ النفس لا یمکن التوصل الی معرفۃ الرب

یعنے جس طرح کہ نفس کی معرفت حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اسی طرح خدا کے کنہ ذات کی معرفت حاصل کرنا بھی ممکن نہیں ہے ۔

فرمایا صاحبان ؟ اس میں غائر نظر ڈالو کہ سانس جو تمہارے بدن کے اندر موجود ومحفوظ ہے جس سے تمہارا سلسلہ حیات قائم ہے اس کو تو زندگی بھر تم پہچان نہ سکو گے ۔ اگر تم نے بہت کچھ تحقیقات کے لئے سانس لینے کو نفس سمجھ لیا تو ذبح کرنے سے مرجانے کی وجہ دہ سابقہ

تحقیق باطل قرار پاتی ہیں۔ اگر ذبح سے مرجانے کیوجہ تم خون کو نفس مان لیتے ہو تو ہیضہ کی حالت میں ایک قے یا دست آنے سے مرجانے کیوجہ تمہاری یہ تحقیق بھی غلط ثابت ہو گئی۔ اب حرارت غریزیہ کو نفس مان لینے کے بعد جب تمہیں یہ دیکھنے کا موقع ملا کہ ایک ایسا شخص جسکے اندر خون بھی موجود ہے اور یہ حرارت عزیزیہ بھی موجود اور سانس کو مجرد پھانسی پر لٹکا دینے کے بعد فوراً مرجانے سے آپ کو یقین کرنا پڑا کہ حرارت عزیزیہ بھی نفس نہیں ہو سکتی تو غرض حقیقت نفس میں بہت کچھ چھان بین کر لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ اپنے نفس کو (جو آپ کے بدن کے اندر محدود ہے) نہیں پہچان سکے۔ پھر خدا کو جو کسی طرح محدود ہو سکتا ہی نہیں کیونکر تم پہچان سکتے ہو۔

فرمایا کمیل بن زیاد نے نفس رسول علیہ السلام سے سوال کیا کہ میرے لئے نفس کی تعریف کیجئے فرمایا یا کمیل ای نفس ترید یعنے کون سے نفس کی تعریف سننا چاہتے ہو۔ کمیل نے کہا اے مولا کیا متعدد نفس ہیں۔ فرمایا النفس چار ہیں نامیہ نباتیہ[۱] حسیہ حیوانیہ[۲]۔ ناطقہ قدسیہ[۳]۔ کلمہ الٰہیہ[۴] ان میں سے ہر ایک نفس کے لئے پانچ قوتیں اور دو خاصیتیں ہیں۔ پس نفس نامیہ نباتیہ کی پانچ قوتیں ماسکہ۔ جاذبہ۔ ہاضمہ۔ دافعہ اور مربیہ ہیں اور اس کی دو خاصیتیں یہ ہیں کہ وہ زیادہ اور کم ہوتی رہتی ہیں اور یہ (کبد) جگر سے منبعث ہوتی ہیں۔ ایسے نفوس حیوانوں سے زیادہ مشابہ ہیں۔

نفس حیوانیہ حسیہ کی بھی پانچ قوتیں سامعہ۔ باصرہ۔ شامہ۔ ذائقہ اور لامسہ ہیں اور اس کے لئے بھی دو خاصیتیں ہیں۔ رضا اور غضب یہ قلب) دل سے منبعث ہوتی ہیں۔ ایسے نفوس۔ نفس سباع سے زیادہ تر مشابہ ہوتے ہیں۔

نفس ناطقہ قدسیہ اس کی بھی پانچ قوتیں ہیں فکر۔ ذکر۔ علم۔ حلم اور نباہت یہ قوتیں غیر منبعث ہیں ان کے لئے بھی دو خاصیتیں ہیں۔ ایک

نزاہت دوسری حکمت ۔ ایسا نفس نفوس ملایکہ سے زیادہ مشابہ ہے ۔
نفس کلمۂ الٰہیہ کے لئے بھی پانچ ہی قوتیں ہیں بقاءٌ فی فناءٍ و نعیمٌ فی شقاءٍ و غنیٰ فی ذل و فقرٌ فی غناءٍ و صبرٌ فی بلاءٍ یعنے فنا ہوجانے کو وہ بقاء سمجھتے ہیں عسرت میں ہی نعمت ان کو حاصل ہوتی ہے اور ذلیل کئے جانے میں ہی وہ عزیز ہوتے ہیں باوجود غنی ہونے کے وہ فقر کو فخر سمجھتے ہیں اور بلاء میں صابر ہوتے ہیں اس کے لئے بھی دو خاصتیں ہیں حلم اور کرم اس کا مبدء بھی خدا کی طرف سے ہے اور اس کا مرجع بھی خدا کی طرف ہے اس کے مبدء کی نسبت تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے ونفختا فیہ من روحنا اور عود کے لئے فرمایا ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ۔

فرمایا یہ نفس جو قسم آخر ہے سب سے اعلےٰ اور افضل ہے ۔ باعتبار اپنی قوتوں اور خواص کے صرف طبقۂ معصومین ہی کے لئے مخصوص ہوسکتا ہے جو بوجہ عصمت اور طہارت عن الرجس کے اس نفس کی قوائے خمسہ پر مسلط ہوسکتے ہیں غیر معصوم تو اس قسم نفس میں داخل اور شامل ہونے کی قابلیت ہی نہیں رکھتا ۔

ارشاد کیا دوستو ، سنتے ہو بس حقیقی معنے میں یہی نفس رسول صلعم تھا ۔ جس کی شہادت قرآن مجید میں آیت مباہلہ نے بنص انفسنا ادا کی ہے اس میں (علی ہیں) اور اس میں (محمد رسول اللہ ہیں) سواء لفظ الا النبوۃ بعدی کے کسی قسم کا مطلق کوئی فرق نہ تھا ۔ یہی سبب تھا کہ آیت مباہلہ میں خدائے تعالیٰ نے جناب علی علیہ السلام کو نفس رسول کہا اور حدیثوں میں پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے ان کو نفسی کے معزز نام سے مکرر یاد فرمایا ہے جو فریقین کی معتدہ کتب حدیث میں مروی ہے ۔

صواعق محرقہ مطبوعہ بہیہ مصر صفحہ ۱۱۱ سطر ۵ میں امام ابن حجر مکی بروایت عبدالرحمن بن عوف نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے فرمایا اوصیکم بعترتی خیرا وان موعدکم الحوض والذی نفسی بیدہ لتقیمن

الصلوٰة ولتوئن الزکوٰة اولابعثن الیکم رجلاً منی اوکنفسی لیضرب اعناقکم
ثم اخذ بید علی رضی اللہ عنہ ثم قال ہو ہذا انتہیٰ بلفظہ

یعنے اے لوگو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اپنی عزت کے حق میں کہ میری عزت کے ساتھ خیر اور نیکی سے پیش آنا - اپنے عترت رسول سے شر نہ کرنا - کہ اس حسن سلوک کا وعدہ تم سے حوض کوثر ہے خدا کی قسم نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ کو دیتے رہو - ورنہ (یاد رکھو کہ) میں تمہاری طرف ایک شخص کو اپنے میں سے بھیجوں گا جو نفس رسولؐ ہوگا اور تمہاری گردنیں کاٹ ڈالے گا - اس کے بعد علی ابن ابی طالبؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا وہ نفس رسول یہ شخص ہے -

ایضاً جناب امیر علیہ السلام کا یوم الشوریٰ احتجاج کرنا یوں نقل کیا ہے

انشدکم باللہ ہل فیکم احد اقرب الی رسول اللہ صلعم منی ومن جعل النفسہ نفسہ وابناءہ ابناءہ ولنسائہ نسائہ قالو اللّٰہم لا

یعنے اے لوگو تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں - سچ کہنا - کیا تم میں کوئی شخص بھی ایسا ہے جو مجھ سے زیادہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام سے قرابت رکھتا ہو جسکو پیغمبر صلعم نے اپنا نفس قرار دیا ہو اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے اور اس کی نساء کو اپنی نساء قرار دیا ہو - سب نے کہا اے علیؑ تیرے سواء ہم میں سے کسی ایک کو بھی یہ فخر حاصل نہیں ہوا -

ینابیع المودۃ مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۵۲ سطر ۲۴ - باب ہفتم کی پہلے حدیث امام العلامہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی نے صاحب المناقب سے نقل کی ہے کہ ایک روز امام حسن علیہ السلام نے خطبہ میں ذکر فرمایا

قال اللہ تعالیٰ لجدی صلی اللہ علیہ وآلہ حین جحدہ کفرۃ اہل نجران و حاجوہ فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین فاخرج جدی صلعم معہ من

الا نفس ابی ومن البنین انا واخی الحسین ومن النسا فاطمۃ امی فنحن اھلہ ولحمہ ودمہ ونفسہ ونحن منہ وھو منا انتھے بلفظ

یعنے خدا تعالے نے میرے جد مطہر رسول خدا صلعم سے ارشاد فرمایا جبکہ کفار اہل نجران نے دعوت اسلام سے انکار کر کے دلیل و بینہ کے بعد بھی مجادلہ کیا تھا کہ کہدو آؤ ہم بھی اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں اور تم بھی اپنے بیٹوں کو لاؤ۔ ہم بھی اپنی عورتوں کو لاتے ہیں تم بھی اپنی عورتوں کو لے آؤ۔ ہم بھی اپنے نفسوں کو لاتے ہیں تم بھی اپنے نفسوں کو لاؤ الخ۔ پس میرے نانا رسول خدا صلعم مباہلہ کے لئے نکل آئے نفس رسول تو میرا باپ علی مرتضی تھے اور بیٹوں میں سے میں اور میرے بھائی حسین علیہما السلام تھے اور عورتوں میں سے جناب سیدہ فاطمہ میری مادر گرامی تھیں۔ پس ہم سب اہل۔ گوشت خون اور نفس رسول خدا صلعم ہیں اور ہم سب رسولخدا صلعم سے ہیں اور وہ ہم سے ہیں۔

فرمایا اللہ اللہ کسقدر صاف گوئی اور صداقت پر امام معصوم کا قول مبنی ہے اگر تعصب کی عینک کو اتار کر اس میں غائر نظر ڈالیجائے تو منصف کبھی انکار کر ہی نہیں سکتا۔ اہلبیت رسول فی الحقیقت وہی ہو سکتے ہیں جنکا گوشت۔ پوست۔ خون اور استخوان رسولخدا صلعم کا خون گوشت پوست اور استخوان ہو اور لازماً اتحاد ذات وصفات اور وحدت نسل و اصل کیوجہ وہی نفس رسول بھی قرار پاچکے ورنہ بتاؤ کہ صحابہ اس قدر معزز۔ اصحاب عظائم اور ارباب مکارم مشہور کئے جانے کے باوجود کیوں نہ مباہلہ میں شریک کر لئے گئے۔ یا ام المسلمین عائشہ رسول اللہ کی بقول اہلسنت اسقدر چاہتی اور محبوبہ بیوی ہونیکے باوجود بھی مباہلہ میں شریک ہونیسے کیوں محروم رہیں۔ اسلئے کہ جسقدر انکو محبوبہ رسول بیان کیا جاتا ہے وہ اس درجہ نہ تھیں کیونکہ وہ ایکدوسرے قوم کی عورت جن کے درمیان صرف انکحت کا ایک لفظی رشتہ قائم ہوا اور وہ بھی ایسا نازک کہ صرف ایک ہی لفظ (طلقت) سے ٹوٹ کر مفارقت فریقین کا سبب ہو سکتا ہو انصاف کرو وہ اس ناقابل شکست رشتہ نسل واصل ووصل سے کیونکر زیادہ محبوب اور افضل ہو سکتا ہے کوئی سلیم العقل تو ان خودساختہ وپرداختہ لفاظیوں سے سبب کو نسب پر یا مجاز کو حقیقت پر مقدم یا افضل کسی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ البتہ سقیم المزاج اور علیل رائے عوام کالانعام سے جو چاہو منوالو وہ قابل وثوق اور اعتماد نہیں ہو سکتا۔ ارشاد کیا ایسی یاد رکھو کہ نہ تو صحابہ اہلبیت کا درجہ رکھتے تھے

نہ عائشہ اور حفصہ کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکا اور نہ کوئی وجہ نہیں کہ یہ لوگ مباہلہ میں شامل نہ کئے جاتے اس عمل رسول صلعم سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ محبوب خدا یتعالےٰ اور محبوب رسول صرف وہی حضرات تھے جنکا گوشت اور پوست اور خون عیناً رسول اللہ کا خون گوشت اور پوست تھا اس لیئے صرف وہی مباہلہ کے لیئے بحکم خدا و نص قرآن چن لیئے گئے۔ اب کسی کے رونے چلانے سے کیا ہوتا ہے نہ حسب کو نسب پر سب کو ترجیح ہو سکتی ہے نہ حقیقت پر مجاز مقدم ٹھیر سکتا ہے

خصائص امام نسائی مترجم مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۴۴ سطر ۱۳ میں ابوذر سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلعم لینتھین بنو وکیعۃ او لابعثن الیھم رجلاً کنفسی ینفذ فیھم امری فیقتل المقاتلۃ ویسبی الذریۃ فما راعنی الا وکف عمر فی حجزتی من خلفی قال من تعنی قال ما ایاک اعنی ولا صاحبک قال فمن تعنی قال خاصف النعل قال وعلی یخصف نعلاً یعنے ابی ذر نے کہا کہ مقرر باز رہیں اولاد وکیع کی (جو کفار میں سے ایک قبیلہ تھا) نہیں تو میں بھیجوں گا ان کی طرف ایک ایسے شخص کو جو میرا نفس اور میری جان ہے میرا حکم انہیں پہنچائیگا اور قتل کریگا بڑونکو اور قید کریگا چھوٹوں کو۔ پس مجھے خوف میں نہیں ڈالا مگر عمر نے کہ اپنی ہتھیلی پیچھے سے میرے کولے میں ماری اور کہا کہ آپ کی مراد کون شخص ہے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے فرمایا کہ میں نہ تجکو مراد رکھتا ہوں نہ تیرے ساتھی کو یعنے ابوبکر کو (یہ حیلہ نہ بھولئے گا) عمر نے کہا پھر آپ کی مراد کون شخص ہے رسولخدا صلعم نے فرمایا میری مراد تو جوتا سینے والے شخص سے ہے۔ عمر نے کہا اس وقت علی ابن ابی طالب پیغمبر صلعم کا جوتا سی رہے تھے۔

فرمایا کیوں صاحبان اس وقت حضرت عمر کو پیغمبر کے کولے میں ہتھیلی مارنے اور سوال کرنے کا کیا حق حاصل تھا۔ بادی النظر میں ہر سلیم العقل یہی سمجھے گا کہ اس وقت لابعثن الیھم رجلاً کنفسی کے عظیم الشان منزلت کو سنکر منہ میں پانی بھر آیا ہوگا کہ کاشکہ میرے سوال کرنے پر مجھی کو کہدیں کہ وہ شخص تم ہو مگر حضرت صلعم کا جواب ما ایاک اعنی ولا صاحبک کہ اے عمر نہ تم میری مراد ہو۔ نہ تمہارے ہمراہی ابوبکر۔ ایسا جامع ثانی اثنین جواب تھا

ہزار سجدے کرو بت خدا نہیں ہوتے

کہ ثانی کو ثانی اثنین کی پناہ اور معیت میں بھی سوال ثانی کی جرات نہ ہو سکی اور ان کی تمناؤں کے جوش اور ولولے خاصف النعل کے ہاتھ میں نعلین دیکھتے ہی فوراً سرد ہو گئے۔ مگر خدا نے جس کو قرآن کی آیت مباہلہ میں نفس انفسنا سے نفس رسول صلعم بنایا تھا اُسکو پیغمبر صلعم کے وفات پاتے ہی اب امت اگر رسول کی جگہ نفس رسول کو دیکھنا ہی نہیں چاہتی تو اس میں رسول یا نفس رسول کا کیا قصور ہو سکتا ہے۔ اُمت اپنے کئے کی خود ذمہ وار ہے لنا اعمالنا ولکم اعمالکم

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

صواعق محرقہ۔ مطبوعہ بہیہ مصر صفحہ ۱۳۷ سطر ۱۹ میں امام ابن حجر مکی رقمطراز ہے ان علیاً یوم الشوریٰ احتج علی اھلھا فقال لہم انشدکم باللہ ھل فیکم احد اقرب الی رسول اللہ فی الرحم منی ومن جعلہ صلعم نفسہ وابنائہ ابنائہ ونسائہ نسائہ غیری قالوا اللھم لا اخرجہ الدار قطنی انتہےٰ بلفظہ

یعنے جناب امیر علیہ السلام نے شوریٰ کے روز اہل شوریٰ پر احتجاج کرتے ہوئے فرمایا سچ کہو تمہیں خدا کی قسم کہ کیا تم میں مجھ سے زیادہ قریبی رشتہ دار رحم پیغمبر صلعم میں کوئی شخص ہے جسکو رسول صلعم نے اپنا نفس اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے اور اس کی زوجہ کو اپنی نساء کے معزز الفاظ سے بنص قرآن یاد فرمایا ہو سب نے جواب دیا کہ خدا گواہ ہے اے علی تمہارے سوا ایسا اور کوئی شخص نہیں ہے۔

فرمایا۔ افسوس ایسا مانتے ہوئے ان ماننے والوں نے پھر کیوں ان کے خلاف یورش کی اور ان کے مسلمہ حقوق کو کیوں پامال کیا فضیلت کی مصنوعی دستار باندھ کر ان کے تخت و تاج حکومت و افواج پر مخالفانہ قبضہ جمائے مطاع منصوص کو اپنا مطیع بنانا چاہا۔ ان کے انکار بیعت کرنے پر ان کے مکان کو آگ لگا دی گئی یا کم از کم

آگ لگانے کی دھمکی دیگئی یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ ایک غیر متعصب محقق جب اِن گذشتہ واقعات فاجعہ پر غائر نظر ڈالتا ہی تو اس کو اپنے آقا اور مولے رسولخدا کی اہلبیت معصومین پر ان اہل غرض لوگوں کے اس قدر صریح مظالم توڑنے سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور وہ محقق اس کے بعد حق قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ان مظالم کیوجہ وہ ظالموں سے متنفر ہوجاتا ہے

ایضاً صفحہ ۱۳۷ سطر ۴ ۲ میں علامہ ابن حجر مکی نے ابو الخیر حاکمی اور صاحب کنوز المطالب فی بنی ابی طالب سے نقل کیا ہے ان علیًا دخل علی النبی صلعم وعندہ العباس فسلم فرد علیہ صلعم السلام وقام فعانقہ وقبل مابین عینیہ واجلسہ عن یمنیہ فقال لہ العباس أتحبہ قال یا عم واللہ اشد حبًا لہ منی ان اللہ عز وجل جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب ھذا ازاد الثانی فی روایتہ انہ اذا کان یوم القیمۃ دعی الناس باسماء امھاتھم سترا علیھم الا ھذا وذریتہ فانھم یدعون باسمائھم لصحتہ ولادتھم انتہےٰ بلفظہ

یعنے علیؑ پیغمبر صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت چچا عباس وہاں موجود تھے۔ علیؑ نے سلام کیا۔ پیغمبر صلعم جواب سلام کا دیکر کھڑے ہوگئے اور علیؑ سے گلے ملکر آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور دائیں طرف اپنے بٹھالیا۔ پس عباسؓ نے کہا اے محمد صلعم کیا تم علی کو بہت دوست رکھتے ہو۔ پیغمبر صلعم نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم اے چچا بیحد علی کو میں دوست رکھتا ہوں بہ تحقیق خدا تعالےٰ نے ہر پیغمبر کی ذریت کو اس کی پشت میں قرار دیا ہے لیکن میری ذریت کو اس کی (علیؑ کی) پشت میں قرار دیا ہے دوسرے نے اس روایت میں اس قدر زیادہ بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز لوگ اپنی اپنی ماؤں کے نام سے پکاری جائیں گے تاکہ ان کی نسبوں سے پردہ اٹھنے نہ پائے اور وہ مفتضح نہ ہوں۔ مگر یہ شخص علی علیہ السلام اور اس کی ذریت بوجہ صحیح الولادت ہونے کے اپنے اپنے ناموں سے پکارے جائیں گے

فرمایا۔ عزیزو دوستو؟ یہ وجہ تھی کہ حسنین علیہما السلام قرآن اور حدیث میں ابناء رسول کہلائے اور علی نفس رسول۔ اگر علی نفسِ رسول نہ ہوتے تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ حسنین ابناء رسول کہلاتے۔ کیوں کچھ غور کیا کہ اُس ابن حجر والی مذکورہ روایت کے مطابق حضرات ثلاثہ قیامت کے دن کن ناموں سے پکارے جائیں گے اپنی اپنی جگہ ٹھنڈے دل سے مرویہ ابن حجر کے مطابق اس دقیق سوال میں غور کر کے کسی مفید نتیجہ تک تم ضرور پہنچ جاؤ گے وہی نتیجہ دنیا میں صراطِ مستقیم اور آخرت میں نجات کا باعث ہوگا

اخوت نفسِ رسول کا مختصر تذکرہ

ارشاد کیا یاد رکھو کہ علی علیہ السلام اگر نفسِ رسول نہ ہوتے تو پھر اخ الرسول پیغمبر کا بھائی قرار پانے کا ان کو بھی فخر حاصل نہ ہوتا جیسا کہ کسی اور کو دنیا میں علی کے سوا یہ فخر اخوت حاصل نہیں ہوا۔ تمام محدثین اہلسنت نے اس حدیث اخوت کو بالاتفاق ذکر کیا ہے کہ پیغمبر نے ابوبکر کو عمر سے عثمان کو عبدالرحمن سے۔ طلحہ کو زبیر سے مقداد کو ابوذر سے غرض جو صحابی جس شان کا تھا اس کے ہم رتبہ سے اس کو بھائی بنادیا۔ مگر علیؑ کا تمام قرابہ اور صحابہ میں کوئی کفو نہیں تھا اس لئے اس کو کسی سے بھائی نہیں بنایا۔ اس وقت علیؑ کے سوال کرنے پر ارشاد فرمایا کہ تم نفسِ رسول ہو۔ اس لئے رسول کے بھائی ہوا اور رسول تمہارا بھائی ہے۔ کذا نقلہ الطبرانی والسیوطی فی جمع الجوامع والمتقی فی کنز العمال

تاریخ الخلفاء مطبوعہ سرکاری لاہور صفحہ ۱۹۶ سطر ۱۰ میں امام سیوطی یوں رقمطراز ہیں اخرج الترمذی عن ابن عمر قال اخی رسول اللہ صلعم بین اصحابہ فجاء علی تدمع عیناہ فقال یا رسول اللہ صلعم اخیت بین اصحابک ولم تواخ بینی وبین احد فقال رسول اللہ صلعم انت اخی فی الدنیا والاخرۃ

یعنے ترمذی نے ابن عمر سے یہ روایت اخراج کی ہے کہ پیغمبر اسلام

نے اپنے اصحاب کے درمیان برادری (اخوت) قائم کی۔ پس جناب امیر علیہ السلام آئے درحالیکہ ان کے آنسو جاری تھے پس علی نے کہا یارسول اللہ صلعم آپنے اصحاب کے درمیان اخوت برادری قایم کردی مگر مجھے کسی سے بھائی نہیں بنایا پیغمبر صلعم نے فرمایا اے علی تم میرے بھائی ہو۔ دنیا اور آخرت میں۔

ینابیع المودۃ مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول باب نہم صفحہ ۵۶ سطر ۲۰ میں شیخ سلیمان قندوزی حنفی زیدبن اوفےٰ سے یوں روایت کرتے ہیں قال لما اخا رسول اللہ صلعم بین اصحابہ فقال علی یارسول اللہ اخیت بین اصحابک ولم تواخ بینی وبین احد فقال والذی بعثنی بالحق نبیا ما اخرتک الا لنفسی فانت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی وانت اخی ووارثی وانت معی فی قصری فی الجنۃ مع ابنتی فاطمہ وانت اخی ورفیقی انتہےٰ بلفظہ

یعنے جبکہ پیغمبر صلعم نے اصحاب میں ایک کو دوسرے کا بھائی بنادیا توجناب امیر علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلعم حضور نے اپنے اصحاب کے درمیان اخوت قائم کردی مگر مجھے کسی سے بھائی نہیں بنایا۔ پیغمبر صلعم نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تجھے اے علیؑ پیچھے نہیں رکھا۔ مگر اپنے لئے۔ پس تم مجھ سے ہو جیسے ہارون موسےٰ سے تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور تم اے علیؑ میرے بھائی اور میرے وارث ہو اور تم اے علیؑ بہشت میں میری قصر میں میرے ہمراہ ہوگے میری بیٹی فاطمہؑ بھی وہیں میرے ہمراہ ہوگی اور تم اے علیؑ میرے بھائی اور میرے رفیق ہوگے۔

خواص الائمہ سبط جوزی صفحہ ۱۲ سطر ۱۲ مطالب السئول میں کمال الدین شیخ محمد بن طلحہ صفحہ ۱۶ سطر ۶ مشکوٰۃ شریف اور ترمذی اور مسند مناقب امام احمد حنبل۔ کبیر طبرانی۔ استیعاب عبدالبر وغیرہ میں بھی بعض الفاظ کے تغیر سے یہ حدیث اخوت مفصل مرقوم ہے۔

فرمایا۔ یاد رکھنا کہ مباہلہ ہی کے روز پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام نے صحابہ کے درمیان اخوت قائم کی تھی اور اس میں مصلحت بھی تھی کہ صحابہ کو معلوم ہو جائے کہ جب بنص آیت مباہلہ علی نفس رسول ہی تو نفس رسول سواء رسول کے اور کسی کا بھائی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ابوالحسن فقیہ ابن المغازلی نے انس کی روایت نقل کی ہے جس میں مباہلہ کے روز پیغمبر صلعم کا صحابہ کے درمیان اخوت قائم کرنا مذکور ہے جس کا لفظی ترجمہ میں آپ کو سناتا ہوں

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مباہلہ کے روز جناب پیغمبر صلعم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان برادری قائم کی۔ علی کھڑے ہوئے تھے اور پیغمبر صلعم ان کو دیکھ رہے تھے آپ نے ان کے ساتھ کسی کو شریک اخوت نہ کیا جناب امیر روتے ہوئے گھر کو چلے گئے جب پیغمبر صلعم نے نہ دیکھا تو فرمایا ابوالحسن کیا کر رہے ہیں۔ لوگوں نے عرض کی وہ روتے ہوئے لوٹ گئے۔ حضرت نے بلال سے کہا جا کر انہیں بلا لاؤ۔ بلال ان کے بلانے کے لئے گئے جناب امیر اس وقت تک گھر میں داخل ہو چکے تھے۔ جناب سیدہ نے انہیں روتے ہوئے دیکھ کر کہا خدا تمہیں نہ رلائے۔ تم کیوں روتے ہو۔ جناب امیرؑ کہنے لگے۔ آج حضرت صلعم نے مہاجرین اور انصار میں رشتۂ اخوت جوڑا ہے اور مجھے حضرت صلعم دیکھ رہے تھے لیکن مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا جناب سیدہ نے جواب دیا آپ اندوہگیں نہ ہوں شاید حضرت صلعم نے تمہیں اپنی ذات مقدس سے بھائی بنانے کے لئے پیچھے رکھا ہو۔ اتنے میں بلال نے پکار کر کہا یا علی پیغمبر صلعم کے پاس تشریف لے چلئے۔ جناب امیر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا تم کیوں روتے ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلعم حضور نے مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت برادری قائم کی ہے لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ پیغمبر صلعم نے فرمایا اے علی میں نے تم کو اپنی نفس کے لئے پیچھے رہنے دیا تھا۔ آیا تم اپنے نبی کے بھائی بننے سے خوش نہیں ہو۔ جناب امیر علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ میں خوش ہوں پیغمبر صلعم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں منبر پر چڑھایا اور فرمایا اللّٰھم ان ھذا منی و

انا منہ الا انہ لا نبی بعدی بمنزلتہ ہارون من موسیٰ الا ان من کنت مولاہ فعلی مولاہ
قال فانصرف علی قریر العین فاتبعہ عمر بن الخطاب فقال یا ابا الحسن اصبحت
مولای و مولیٰ کل مومن

یعنے اس وقت پیغمبر نے فرمایا بار الٰہا یہ (علیؑ) میرا ہے اور میں اس کا
ہوں یہ مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے۔ جس کا کہ میں مولا
ہوں اس کا علیؑ بھی مولیٰ ہے انس کہتا ہے کہ جناب علی علیہ السلام
نہایت ٹھنڈی آنکھوں سے واپس ہوئے۔ حضرت عمران کے
پیچھے گئے اور کہنے لگے اے ابو الحسن آپ کو مبارک ہو کہ آج آپ
میرے اور ہر مومن کے مولا بن گئے ہیں۔

ارشاد کیا عزیزو؟ اِن خصائص اور نصوص کے بعد کوئی سعید الفطرت
اور سلیم الطبع منصف کبھی غیر کو علی علیہ السلام پر مقدم نہیں سمجھے گا۔
امامت۔ خلافت اور ولایت اُمت اسلامیہ علی علیہ السلام کی حقیت پر
یہ تمام نصوص حجت قاطعہ ہیں کہ ایسا بزرگوار کسی طرح غیر کی اطاعت اور
متابعت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جس کو خدا مطاع بنائے رسولخدا صلعم
متبوع خلق مقرر فرمائے وہ کیونکر جاہل نا اہلوں کا مطیع اور تابع ہو سکتا ہے
خصائص امام نسائی مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۱۴ سطر ۵ حدیث نمبر ۱۶
بھی سُن لیں خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنے حق اور احقیت پر اخوت
رسول کو بطور حجت پیش کیا ہے عن ابن عباس ان علیاً یقول فی حیٰوۃ
رسول اللہ صلعم ان اللہ یقول افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم واللہ ولا
ینقلب علی اعقابنا بعد اذ ھدانا اللہ واللہ لئن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم
لاقاتلن علی ما قاتل علیہ حتی اموتُ او اقتل واللہ انی لاخوہ وولیہ ووارثہ
وابن عمہ ومن احق بہ منی انتھے بلفظہ

یعنے ابن عباس سے روایت ہے کہ علی مرتضیٰ علیہ السلام پیغمبر صلعم کے
زندگی میں کہتے تھے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ کیا پس اگر پیغمبر وفات
پاوے یا قتل ہو جائے تو پھر جاؤ گے تم اپنی ایڑیوں پر قسم ہے

خدا کی اور ہم نہ پھریں گے اپنی ایڑیوں پر بعد اس کے کہ خدا نے
ہم کو ہدایت کی اور قسم ہے خدا کی اگر پیغمبر صلعم وفات پائیں یا
قتل ہو جائیں اور پھر جاؤ تم اپنی ایڑیوں پر تو البتہ لڑوں گا میں
اس چیز پر جس پر کہ پیغمبر روحی فداہ نے لڑائی کی ہے یہاں تک
کہ میں مر جاؤں یا قتل ہو جاؤں ۔ قسم ہے خدا کی البتہ میں اسکا
بھائی ہوں اور اس کا مقرر کردہ ولی اور اس کا وارث اور
ان کے چچا کا بیٹا ہوں ۔ کون ہے زیادہ تر حقدار پیغمبر اسلام
علیہ و آلہ السلام کا مجھ سے یعنے میں پیغمبر کا سب سے زیادہ
حقدار ہوں ۔

ارشاد کیا ۔ پھر اس حدیث کے مطابق امت نے پیغمبر کا زیادہ حقدار علیؑ کو ۔۔۔ یا غیر کو اگر ابوبکر ۔ عمر ۔ عثمان زیادہ حقدار پیغمبر کے ہوتے تو جناب امیر امام معصوم خلاف واقع خود کو ہرگز احق ظاہر نہ فرماتے ۔ یہ کلمات علی علیہ السلام نے کافروں کے مقابلہ میں نہیں فرمائے تھے ۔ بلکہ علی کے مخاطب اس وقت مسلمان تھے جو لازماً سب کے سب صحابی تھے ورنہ انقلبتم علے اعقابکم وہ نہ فرماتے ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان صحابہ نے زیادہ حقدار کو محروم کر کے خواہ مخواہ خود زیادہ حقدار بن بیٹھے ۔ حال انکہ علی نے اخوہ ۔ ولیہ ۔ وارثہ ۔ ابن عمہ اور من احقہ بہ منی کے زبردست اور سچے (ٹھیکٹ) الفاظ صحابہ پر بطور حجت پیش کئے تھے جو خدا اور رسول صلعم کی طرف سے یہ مناصب انہیں کی ذات کے لئے بہ حیثیت نفس رسول ہونے کے قرار پا چکے تھے ۔ تمام صحابہ میں اور کوئی ایسا شخص نہ تھا جس میں یہ تمام یا بعض مناصب پائے جاتے ۔ اس کے باوجود ان کو خلافت سے محروم کر دیا جائے اور جو شخص کہ پیغمبر صلعم کی زندگی میں جزئی نیابت کے لئے بھی ناقابل اور نااہل باعتراف فریقین ثابت ہو چکا ہو رسول صلعم کے وفات پاتے وہی نااہل ان کی خلافت پر زبردستی بٹھا دیا جائے ۔ یہ حق تلفی علیؑ نہیں تو کیا ہے ۔

صرف نفس رسول اہل رسول تھا

فرمایا صاحبان! لفظ اہل اور سنا اہل سے آپ گھبرائیں نہیں۔ اکابر آئمہ تفسیر اور حدیث و سیر نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ تبلیغ سورۂ برائت کے لئے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے حضرت ابوبکر کو اہل موسم کی طرف بھیجا۔ اور پھر نفس رسول علیؑ کو تبلیغ کا کام سپرد کر کے بھیجدیا اور حضرت ابوبکر واپس بلا لئے گئے۔ میں اپنے اس دعوے کے ثبوت میں اکابر آئمہ اہلسنت کے چند حوالے آپ کو سناتا ہوں۔

تفسیر دُرِّ منثور جلد سوم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۹ سطر ۱۰ عن علی رضی اللہ عنہ قال لما نزلت عشر آیات من براءۃ علی النبی صلعم دعا ابابکر رضی اللہ عنہ لیقراءھا علی اھل مکۃ ثم دعانی فقال لی ادرکؑ ابابکر فحیثما لقیتہ فخذ الکتاب منہ ورجع ابوبکر رضی اللہ عنہ فقال یا رسول اللہ نزل فیّ شیٔ قال لا ولکن جبریل جائنی فقال لن یؤدّی عنکؑ الا انت او رجل منکؑ انتہٰی بلفظہ

(اخرجہ عبداللہ بن احمد بن حنبل فی زوائد المسند والو الشیخ۔ و ابن مردویہ) یعنے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا جبکہ سورۂ برائت سے دس آئتیں پیغمبر صلعم پر نازل ہوئیں تو حضرت پیغمبر صلعم نے حضرت ابوبکر کو بلایا تاکہ اہل مکہ پر جا کر وہ آئتیں پڑھ آئیں اس کے بعد مجھے بلایا اور مجھ سے فرمایا فوراً ابوبکر سے رستے ہی میں جا ملو۔ پس جہاں بھی ان سے ملو وہ آئتیں ان سے لے لو۔ پس ابوبکر واپس لوٹ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ میں کوئی حکم نازل ہوا ہے فرمایا نہیں۔ مگر جبریل نے مجھے آ کر کہا ہے کہ ہرگز ہرگز تیری رسالت کو کوئی ادا نہیں کر سکتا مگر یا تو خود آپ اداء رسالت کریں یا جو شخص کہ تجھ میں سے ہو۔

ایضاً صفحہ ۲۰۹ سطر ۱۶ میں بروایت ابی وقاص باختلاف بعض الفاظ یہی مفہوم وارد ہوا ہے جس کے آخر میں یہ جملہ وارد ہے فقال النبی جا

اذا ابکر انہ لا یؤدی عنی الا انا او رجل منی انتہے بلفظ

یعنے پس جب حضرت ابوبکر (بے رنگ واپس ہوئے) تو ان کے سوال پر پیغمبر صلعم نے فرمایا اے ابوبکر میری رسالت کو کوئی ادا نہیں کر سکتا مگر میں خود۔ یا جو شخص کہ مجھ سے ہو۔

فرمایا۔ کیوں صاحبان؟ اب تو حضرت ابوبکر کی پوزیشن اچھی طرح آپ کو معلوم ہوگئی ہوگی کہ وہ رسول میں سے ہوتے تو تبلیغ ضرور کر آتے مگر تبلیغ اسی نے کی جو رسول میں سے تھا اس لئے کہ وہ نفس رسول تھا اس میں ایک اور بات قابل غور یہ ہے کہ حضرت ابوبکر جبکہ رسول میں سے نہیں تھے تو وہ کاش بھیجے ہی نہ جاتے۔ تاکہ ان کو واپس لوٹ آنے کی شرمندگی تو نہ ہوتی۔ خوب یاد رکھو کہ حضرت ابوبکر کی معزولی اور اسکی خجالت کی تلافی اس جواب سے نہیں ہو سکتی کہ عرب کا قاعدہ تھا کہ ایفاء عہد اور تکمیل حلف کے لئے خود حلیف آئے یا قریبی رشتہ دار کو بھیجدیتے تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۵۸۴ سطر ۲۲ کیونکہ رسول بھی تو قوم عرب میں سے تھے اور اپنی قوم کے تمام قواعد سے اچھی طرح واقف تھے لبقول رازی اگر عربوں میں یہی قاعدہ مروّج تھا تو رسول صلعم نے پہلے ہی علی علیہ السلام کو کیوں نہ بھیجدیا اور مروجہ قاعدہ عرب کے خلاف عمداً حضرت ابوبکر کو بھیجکر کیوں اثناء راہ میں معزول کردیا۔ اس قاعدے میں ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ مگر معزولی اور خجالت ابوبکر کے زایل کرنے کے لئے امام رازی کا یہ جواب کوئی معقول جواب نہیں ہے۔ ہم اسکی وجہ آپ کو بتاتے ہیں۔ سنئے حضرت کے اس رویہ میں مصلحت خاص یہ تھی کہ امت یہ سمجھ لیوے جو شخص کہ میری حیات اور زندگی میں صرف دس آیتوں کی تبلیغ کا کسی طرح بھی اہل نہیں ہو سکتا وہ میرے بعد میری کو سمجھتا کون۔ نیک نیتی ہوتی تو سمجھتے بھی۔ وہاں تو اہل غرض سمجھ لینے کے بعد بھی کرنا وہی چاہتے تھے جس کی تمناؤں میں عمریں بسر کردیں تھیں ورنہ بذریعہ وحی پیغمبر اسلام صلعم کا یہ رویہ حق فہمی کیلئے کوئی کم گوشمالی نہیں تھی

ایک سلیم العقل منصف اچھی طرح اس سے یہ نتیجہ اخذ کرسکتا ہے کہ جب پیغمبر نے بہ پیغام جبرئیل یہ قطعی فیصلہ کردیا کہ رسالت کا کام سوائے رسول یا رسول میں سے کسی شخص کے اور کوئی کرہی نہیں سکتا اور اس کارِ رسالت کا اہل ہی نہیں ہوسکتا اور اسی بنا پر گوشمالی صحابہ کی غرض سے عمداً اور علاً حضرت ابوبکر کو بھیجکر واپس لوٹا بھی دیا گیا تو اب کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسی ابوبکر کو پیغمبر کی وفات کے بعد اسی کام کیلئے کیوں متعین اور مقرر کر دیا جائے۔ اسی قاعدہ کے مطابق اب وفات پیغمبر صلعم کے بعد یہ دوسری مرتبہ کا تقرر بھی ناجائز اور باطل ہونا چاہیئے کیونکہ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان تینوں میں سے کوئی بزرگ بھی رسول میں سے نہیں تھا اور یہی قاعدہ کے مطابق انصاف یہ فیصلہ کرتا ہے کہ حیات پیغمبر میں جس شخص کی قابلیت اور اہلیت نے حضرت ابوبکر کو تبلیغ سورۂ برات کے منصب سے معزول کردیا تھا وفات پیغمبر صلعم کے بعد آج بھی صرف وہی نفس رسول بجائے رسول حقدار سمجھا جاتا۔

فرمایا یاد رکھو کہ میری اس تقریر کا جواب نہیں ہوسکتا چونکہ اب ایسا ہوچکا ہے اس لئے یہی صحیح راستہ سمجھ لیا جائے "بلکہ دانشمندی کا اقتضاء یہ ہے کہ اگر کوئی غلط راستہ اختیار کیا گیا ہو تو اس کو فوراً بدل دیا جائے اور اگر وہ موقع گذر گیا ہے تو کم از کم اس غلط راستہ کو آئندہ صراطِ مستقیم نہ اعتقاد کیا جائے۔

ینابیع المودۃ مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول باب ۱۸ صفحہ ۸۸ سطر ۲۰ میں امام شیخ سلیمان قندوزی حنفی۔ ترمذی سے انس بن مالک کی روایت یوں نقل کرتا ہے قال بعث النبی صلعم بالبرائۃ مع ابی بکر الصدیق ثم دعاہ وقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی فدعا علیاً فاعطاہ ایاھا انتھی

خصائص امام نسائی مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۵۴ سطر ۹ میں حدیث نمبر ۲۷ عیناً یہی انس بن مالک سے نقل کیگئی ہے۔

یعنے انس نے کہا کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے حضرت ابوبکر کو

سورہ برائت کے ساتھ اہل مکہ کی طرف تبلیغ کرنے کی غرض سے بھیجا
پھر اس کو واپس بلا کر فرمایا کہ اے ابوبکر مناسب نہیں ہے کہ اس
میری رسالت کی تبلیغ کوئی کرے سوائے ایسے شخص کے جو میرے
اہل سے ہو پس فوراً علی ابن ابی طالب کو بلا کر وہ تبلیغ رسالت
اعلان سورۂ برائت ان کے سپرد کر دیا۔

فرمایا۔ اس وقت کا نقشہ زیر نظر رکھتے ہوئے یہ امر بھی غور طلب ہے کہ حضرت ابوبکر ضعیف العمر سن رسیدہ خسر پیغمبر صلعم۔ قوم میں معزز و محترم جن کو خود دعوت دے کر پیغمبر صلعم نے تبلیغ رسالت کے لئے بھیجا اور قوم میں یہ مشہور بھی ہو چکا اس کے بعد ان کو واپس بلا کر تبلیغ کا کام واپس لیتے ہوئے یہ ارشاد کرنا۔ کہ سوائے میرے اہل کے اور کوئی شخص اس کام کے لئے مناسب اور لائق نہیں۔ ان کی قابلیت اور اہلیت کا ڈپلوما سمجھا جائے گا۔ یا کیا۔ ادہر اس وقت ان کے مقابلہ میں نوجوان علی علیہ السلام کو بلا کر اور خلعت نیابت پہنا کر تبلیغ رسالت کے لئے بھیج دینا ان کی قابلیت اور اہلیت کی سند نہیں تو کیا ہے۔ واللہ اس وقت کا نقشہ بھی قابل دید نظارہ ہوگا۔ دعوت رسول صلعم پر کیسے خوشی کے ساتھ حضرت ابوبکر تشریف لے گئے ہوں گے اور واپس لوٹ آنے پر جب معزولی کا حکم سنا علی کا آنا مشاہدہ کیا ہوگا تو جو اس بزرگ پر گذری ہو گی انہیں کا دل اسکو جانتا ہوگا۔ مگر کیا کیا جائے یہ خدائی معاملہ تھا۔ دم مارنے کی جگہ نہیں ورنہ ایمان سے خارج ہونا پڑتا ہے مشیت الہیہ میں رشتہ داریاں کام نہیں آیا کرتیں کیونکہ ہر کام کے لئے قابلیت اور اہلیت کی ضرورت ہے۔ ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند

تفسیر کشاف مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۰۷ سطر ۱۱ میں امام زمخشری نے لکھا ہے روی ان ابابکر لما کان ببعض الطریق هبط جبریل علیه السلام فقال یا محمد لا یبلغن رسالتک الا رجل منک فارسل علیا فرجع ابوبکر الی رسول الله الخ انتہے بلفظہ

یعنے روایت میں ہے کہ حضرتِ ابو بکر جب (تبلیغ برائت کے لئے
جاتے ہوئے) کچھ راستہ طے کر چکے تھے تو اس وقت جبریل نازل ہوا
اور کہا یا محمد صلعم تیری رسالت کو پہنچا نہیں سکتا مگر جو شخص کہ
تم میں سے ہو۔ پس پیغمبر نے اس وحی کے آنے پر فوراً حضرت
علی مرتضیٰ کو تبلیغ رسالت کے لئے بھیجدیا اور حضرتِ ابو بکر
راہ میں سے ہی واپس لوٹ آئے۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۸۳ ۵ سطر ۳ میں امام فخر الدین
رازی نے بھی تبلیغ برائت سے حضرت ابو بکر کا معزول کیا جانا اور جناب امیرؑ
کا پیغمبر صلعم کی جگہ تبلیغ کے لئے جانا ذکر کیا ہے۔

مسند امام حنبل مطبوعہ بمبئی۔ جلد مناقب صفحہ ۴ سطر ۱۲ میں حدیث
برائت عزل حضرتِ ابو بکر اور تقرر جناب امیر علیہ السلام مفصّل مرقوم ہے
تفسیر غرائب التنزیل جلد دوم صفحہ ۲۲۷ سطر ۲۱ میں امام نیشاپوری نے
اس حدیث برائت کو مفصّل درج کیا ہے کہ حضرت ابو بکر واپس بلائے
گئے۔ یہ کہکر کہ رسالت کا یہ کام سوا میرے اہل کے کوئی دوسرا شخص نہیں
کر سکتا اور علی علیہ السلام تبلیغ برائت کے لئے بھیجدیئے گئے۔

تفسیر لباب التنزیل جلد دوم صفحہ ۲۱۴ سطر ۳ میں بھی یہ حدیث برائت
ابو ہریرہ سے نقل کی گئی ہے مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔

تفسیر حسینی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۴۷ سطر ۳ میں علامہ حسین بن العلی الواعظ
الکاشفی حسب ذیل رقمطراز ہے کہ آوردہ اند چوں ایں سورہ نازل
شد حضرت رسالت پناہ صلعم سی ویا چہل آیت از اوائل ایں سورہ با
بوبکر رضؓ دادہ او را امیر حاج ساخت و فرمود کہ بر اہل موسم خواند و بعد از چند
روز از رفتن صدیق مرتضیٰ علی را طلب فرمود بر ناقہ عضبا سوار ساختہ از
عقب ابو بکر فرستاد و امر کرد کہ آیات را از وے گرفتہ خود قرائت کند و چوں
ازیں حال پرسید ند جواب داد کہ جبرئیل امین آمد و گفت ادائے ایں پیغام
نکند مگر تو یا کسے کہ از تو باشد پس علیؑ با ابو بکر لاحق شد۔ انتہے بلفظہ

تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۹۲ سطر ۱۲ میں امام بغوی نے بھی ابوبکر کا تبلیغ برائت سے معزول کیا جانا اور جناب امیر علیہ السلام کا منصب تبلیغ رسالت پر بوحی خدا مقرر ہونا لکھدیا ہے۔
فرمایا غرض ضیق وقت کا خیال کرتے ہوئے اِن چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ حضرتِ ابوبکر کا نااہل رسول صلعم ہونے کی وجہ تبلیغ برائت سے معزول کیا جانا اور علی کا نفس اور اہل رسول صلعم ہونے کی وجہ تبلیغ رسالت پر بوحی خدا مقرر کیا جانا عموماً تمام تفاسیر اور کتب معتمدہ حدیث اہلسنت میں مرقوم ہے۔ جس سے اب قطعاً یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر کے معزول کئے جانے کی علت یہ تھی کہ وہ اہل رسول نہیں تھے کیونکہ حضرتِ ابوبکر کی واپسی اور معزولی کے سوال پر پیغمبر صلعم کی طرف سے یہی جواب ملا ہے کہ تبلیغ برائت۔ رسالت کا کام ہے۔ جسکو میں یا میرے اہل یا میری میں سے کوئی پہونچا سکتا ہے۔ جبریل یہی وحی میرے لئے لایا ہے
فرمایا۔ اب یہاں اہل اور نا اہل کا سوال درمیان آگیا ہے جس پر اس مسئلہ نیابت اور خلافت رسول کا دائمدار ہے۔ سو اس کے متعلق فرزند نوح کے ذکر میں کھلا فیصلہ قرآنی موجود ہے کہ نوح علیہ السلام نے عرض کیا ان ابنی من اھلی خداوندا میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے خدا تعالیٰ نے جواب میں فرمایا یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح پ ۱۲ ع ۴ کہ اے نوح تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ اس نے برے عمل کئے ہیں۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ اہلبیت کا مدار ایمان عمل صالح پر منحصر ہے۔ کیا آیت سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ نوح کے بیٹے کی اہلیت رشتہ فرزندی نے کوئی اثر نہیں کیا بیٹا ہونے کے باوجود بھی عمل غیر صالح نے اہلبیت نوح سے اس کو خارج کر دیا تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن کی تعلیم اور اصطلاح میں ثبوت اہلبیت کے لئے ایمان اور عمل صالح کی ضرورت ہے اور صرف یہی اہلبیت کا قرآنی معیار ہے جب بیٹا نسبی رشتہ اس میں فایدہ نہیں دلیسکا تو خسر ہونا سببی رشتہ اس میں

کس طرح مفید ہو سکتا ہے۔

ارشاد کیا یاد رکھو کہ اہلبیت کی وجہ حضرتِ ابوبکر کے عزل ہونے سے تم اب خوب سمجھ گئے کہ نیابت رسول (خلافت) کے لئے اہلبیت کی ضرورت ہے اور آیت انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح کی مذکورہ نص سے یہ ثابت ہوا کہ اہلبیت کے لئے ایمان اور عمل صالح قرآنی معیار ہے تو نتیجہ یہ ہوا کہ نیابت رسول (خلافت حقہ) کے لئے صرف ایمان اور عمل صالح ہی معیار ہے اور کچھ نہیں۔ یہ نتیجہ کوئی منطقی ڈھکوسلہ ہی نہیں ہے بلکہ قرآنی معیار بھی نیابت رسول کے لئے یہی ہے لقولہ تعالیٰ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض الایۃ پ۱۸ ع ۱۳

یعنے تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل (بھی) کرتے ہیں ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو خلافت (نیابت رسول) ضرور عنایت کریگا

فرمایا صاحبان! اب اس سے میرے دعوے کی تصدیق ہو گئی کہ خلافت کے لئے اہلبیت کی شرط ہے۔ نہ رشتہ نسبی یا سببی کی۔ اور جس طرح قرآنی معیار خلافت کے لئے ایمان اور عمل نیک ہے۔ اہلبیت کے لئے بھی قرآنی معیار ایمان اور عمل نیک ہے۔ تمام محدثین اور مفسرین اور آئمہ اہلسنت کا اتفاق ہے کہ حضرتِ ابوبکر اہل رسول نہ ہونے کی وجہ تبلیغ برائت (خلافت و نیابت رسول) سے معزول کر دیئے گئے اور پیغمبر صلعم نے ان کو واپس لوٹ آنے پر کہہ بھی دیا کہ میرے اہل کے سوا کوئی دوسرا شخص رسالت کا کام نہیں تبلیغ کر سکتا تو ثابت ہوا کہ پیغمبر اسلام نے ان کو اپنا اہل نہیں سمجھا اور جب بقول پیغمبر صلعم ان میں اہلبیت نہیں تو معلوم ہوا کہ اہلبیت کا قرآنی معیار ان میں موجود نہیں ہے۔ چونکہ اہلبیت اور خلافت کا قرآنی معیار ایک ہی اس لئے نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ حضرت ابوبکر جس طرح حیات پیغمبر میں نا اہلبیت کے سبب تبلیغ برائت میں خلیفہ اور نائب رسول نہیں رہ سکے۔ وفات پیغمبر صلعم کے بعد بھی وہ خلیفہ اور نائب رسول نہیں ہو سکے۔ اسی بناء پر رسول خدا صلعم کی وفات کے بعد بھی انکی خلافت سے صریح لفظوں میں

انکار کر رہے ہیں جسکا آئمہ اہلسنت نے اعتراف کیا ہے۔
نہایہ امام ابن اثیر جزری بحث خلف میں حضرت ابوبکر سے منقول ہے کہ جاء اعرابی فقال لہ انت خلیفۃ رسول اللہ صلعم فقال لا قال فما انت قال انا الخالفۃ بعدہ انتہٰی

یعنے حضرت ابوبکر کے پاس ایک اعرابی آیا پس اس نے کہا کیا آپ خلیفہ رسول اللہ صلعم ہیں حضرت ابوبکر نے جواب میں کہا میں خلیفہ رسول نہیں ہوں اعرابی نے کہا پھر آپ کیا ہیں ابوبکر نے کہا پیغمبر کے بعد میں تو خالفہ ہوں۔

بعینہ یہی عبارت مجمع بحار الانوار مطبوعہ نولکشور جلد اول صفحہ ۳۷۰ سطر ۱۸ میں علامہ شیخ محمد طاہر نے بھی نقل کی ہے اور ساتھ ہی دونوں محدثوں نے خلیفہ اور خالفہ کے معنے بھی لکھدیے ہیں کہ الخلیفۃ لقوم مقام الذاھب ولسید مسدہ والخالفۃ من لا غناء عندہ ولا خیر فیہ انتہٰے بلفظہما

یعنے خلیفہ تو وہ ہوتا ہے کہ جانے والے کی جگہ بیٹھے اور وہ تمام کام پوری کرے جسکو کہ وہ جانیوالا کیا کرتا تھا اور خالفہ وہ شخص ہے جس سے لوگ دین و دنیا میں بے نیاز نہ ہو سکیں اور نہ اس کے وجود میں خیر و برکت ہو۔

تو آپ ہی انصاف سے فرمایئں ایسے خالفہ کو مان لینے سے کیا حاصل جس میں نہ خیر ہے نہ برکت سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت ابوبکر جب صریحاً اپنی خلافت سے انکار کرتے اور خالفہ ہونیکا اعلان کر رہے ہیں تو بے سمجھ مرید اپنے صدیق کی اس قول میں کیوں تکذیب کرتے ہوئے خواہ مخواہ ان کی خلافت زبردستی منوانے کے لئے آستینیں چڑھائے دوسروں سے دست بگریباں ہو رہے ہیں جب پہلی خلافت لا بنیاد کا یہ حال ہے تو دوسری اور تیسری خلافت جو اسی کی نیابت ہے کے متعلق یہ کہنا بے جا نہ ہوگا

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

کیونکہ حضرت عمر بھی کہتے رہے ہیں کہ واللہ ما ادری خلیفۃ انا ام ملک" بلفظہ۔ تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ سرکاری لاہور صفحہ ۱۳۹ سطر ۱۲ یعنے عمر نے کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ خلیفہ ہوں میں یا بادشاہ جس کو خود یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ خلیفہ ہیں یا کیا۔ تو کوئی عقلمند خاک ان کو خلیفہ سمجھے گا۔

خشت اول چوں نہد معمار کج ۔۔۔ تا ثریا میرود دیوار کج

فرمایا حاضرین ۔ اب اس کا فیصلہ آپ خود ہی کر لیں کہ آپ کو خلیفہ کی ضرورت ہے یا خالفہ کی۔ ہمارا کیا ہے۔ ہمیں تو تیرہ سو برس گذر چلے جب سے نفس رسول۔ اہل رسول زوج بتول کی بیعت کی ہوئی ہے جو بنص خدا و رسول حیات پیغمبر صلعم میں بھی خلیفہ ہے اور بعد وفات بھی وہی منصوص الخلافت ہیں۔ یقین سمجھو کہ خالفہ۔ خولفہ وغیرہ وغیرہ سے شیعوں کو کسی طرح بھی دلچسپی نہیں ہو سکتی ہاں خلیفہ بلا فصل کو وہ ضرور واجب الاتباع اور نائب رسول مطاع سمجھتے ہیں اور بس۔ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے ۔ ز مشرق تا مغرب گر امام است ۔ علی و آل او ما را تمام است

اس کے بعد ارشاد کیا، صاحبان بس اس سے زیادہ اب میں آپ کی سمع خراشی نہیں کرنا چاہتا ہیں یقین کرتا ہوں کہ اپنی اپنی جگہ ہر شخص ان دلائل قاہرہ میں غور اور خوص کر کے کسی مفید نتیجہ تک ضرور پہنچے گا۔ بشرطیکہ تعصب اور ضد کو چھوڑ دے مقصود تو نجات اور صراطِ مستقیم ہے۔ سو وہ تمسک حق پر منحصر ہے اور خواہ مخواہ ضد پر قائم رہنے سے حق و باطل میں فیصلہ نہیں ہو سکتا اب میں صمیم قلب سے آپ کی تشریف آوری اور شمولیت جلسہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور برطانیہ عظمے کی برکات کا اعتراف کرتے ہوئے شیعان ہندوستان کی طرف سے دلی خلوص اور وفاداری کا اظہار کرتا ہوں اور اعلیٰ حضرت شہنشاہ معظم جارج پنجم خلد اللہ سلطانہ وملکہ کی سلامتی اور اقبال کے دعا پر اس مبارک جلسہ کو برخواست کرتا ہوں (آمین) اللھم اجعل عواقب امورنا بالخیر والسرور۔ الی مر الدھور وکر السنین والشھور والیہ ترجع الامور

المقر علی الحائری

احکام الرسول صلعم - انتخاب شریعت غرّائے جناب رسول خدا خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاکھوں حدیثوں کا لب لباب ہر فرقہ اسلام کے لیے بہتر اور مفید کتاب انگریزی سے اردو زبان کے لباس سے آراستہ ہو کر ناظرین کے سامنے پیش ہوتی ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب میں ہر ایک قسم کی تعلیم درج ہے۔ میرے خیال میں ہر ایک صاحب کے پاس اس کا موجود ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ خاصکر مستورات اور بچوں کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ قیمت پانچ آنے

موعظہ حسنہ الملقب بہ اظہار حقیقت بجواب رسالہ اظہار حقیقت | یہ وہی پانچ گھنٹہ کی مکمل اور دلپذیر تقریر اور معرکتہ الآرا حکمت بھرا موعظہ حسنہ ہے۔ جو ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء بموقع بازار موچی دروازہ لاہور میں سنیوں کے سات سوالوں کا جواب دیتے ہوئے جناب سرکار شریعتمدار حجۃ الاسلام علامہ آغا حائری صاحب مدظلہ نے تقریباً دس ہزار کے مجمع عام میں ۸۰ کتب معتمدہ اہلسنت سے عبارتیں پڑھ کر سنائیں اور کسی مخالف کو اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور علماء اہلسنت کو اپنے مواعظ میں آج مجبوراً ان مسایل کا اقرار کرنا پڑا۔ موعظہ حسنہ کے مقبول عام ہونے کی اس سے بہتر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ڈیڑھ ماہ کے اندر دو ہزار کی تعداد میں فروخت ہو گیا اور سوسائٹی کو اب دوسرا ایڈیشن ایک ہزار کی تعداد میں چھاپنا پڑا۔ قیمت مجلد صرف چھ آنے (۶؍)

موعظہ غدیر | یہ وہی تین گھنٹہ کی معرکتہ الآرا مکمل تقریر موعظہ غدیر ہے جو ۱۸ ماہ ذی الحجۃ الحرام کو امام بارہ خواجگان نارووالی لاہور میں عالیجناب سرکار حجۃ الاسلام نائب الامام علامہ آغا حائری صاحب دام ظلہ نے تقریباً پانچ ہزار کے مجمع عام میں حدیث غدیر بیان فرماتے ہوئے معتمدہ کتب اہلسنت کی عبارتیں پڑھ کر سنائیں اور تبلیغ رسالت غدیر خم کا نقشہ دکھا کر قادر مخالفین پر ہمیشہ کے لئے خاموشی کی مہر لگا دی۔ قیمت مجلد ۵؍

ایمان ابی طالب الملقب نور ایمان فی نسب عمران | یہ وہ نسخہ ہے جس میں شجرہ نسب سادات کو پوری وضاحت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ قیمت مجلد ۱۲؍

ملنے کا پتہ
حکیم شیخ بہادر حسین آنریری سیکرٹری شیعہ ینگمین سوسائٹی خواجگان نارووالی
لاہور - اندرون موچی دروازہ

تفسیر لوامع التنزیل تیس جلدیں

مصنفہ صدر المفسرین حجۃ الاسلام نائب الامام سرکار شریعتمدار علامہ سید علی الحائری صاحب قبلہ مجتہد پنجاب لاہور:- یہ وہ تفسیر ہے کہ جس میں حقیت و حقیقت قرآن و اسلام براہین عقلیہ و نقلیہ سے واضح کیگئی ہے۔ تفسیر کیا ہے ایک بحر ذخار ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی اور تفسیر کی ضرورت ہی نہیں رہتی اس کی تعریف و توصیف میں یہی بس ہے کہ اکابر مجتہدین عراق عرب و عجم اس کے جامع العلوم ہونے میں رطب اللسان ہیں یہ تفسیر جملہ نکات تفسیریہ پر بکلی حاوی ہے۔ اس تفسیر نے مخالفین اسلام کی رگِ حیات کو ایسے تیز حربے سے کاٹ ڈالا ہے کہ قیامت تک اب ان میں ہنگامہ آرائی کی جرأت پیدا ہی نہ ہو سکے گی۔ جملہ اعتراضوں کے جوابات محققانہ و فلسفیانہ نئے رنگ میں دیئے گئے ہیں۔ درخواست کرنے پر روانہ ہو سکتی ہیں۔

مطبوعہ جلدیں نمبر ۲ – ۳ – ۶ – ۸ – ۹ – ۱۳ – ۱۴ – ۱۵ – ۱۶ عہ عہ عہ عہ عہ عہ عہ عہ عہ محصول بذمہ خریدار ہوگا

فتاوے حائری - مرتبہ آغا سید محمد رضی الرضوی حصہ پنجم حصہ ششم حصہ ہفتم حصہ ہشتم چھپکر شائع ہوگئے ہیں جس میں معرکتہ الآرا مسائل متنازعہ فریقین پر معقولی اور منقولی بحث کیگئی ہے اور براہین قاطعہ کے زبردست اور تیز حربوں سے مخالفین کی رگِ حیات کو ایسی طرح کاٹ ڈالا ہے کہ تازیست ہنگامہ آرائی کی اب ان میں جرأت پیدا نہ ہوسکیگی قیمت معہ محصولڈاک ایک روپیہ چار آنے (عہ/)

الذبیح - شہید نینوا کی شہادت کے آیات و آثار اور معترضین شہادت کے مدلل جوابات ۲/

المذبوح - امام حسین علیہ السلام کے قاتل سب سنی تھے اور اس کا مدلل ثبوت اسباب شہادت و اعتراضات کے جوابات قیمت دو آنے ۲/

القتیل - جواز تعزیہ داری کے دلائل قاطعہ اور اس کے فوائد کثیرہ - اصلاح رسوم تعزیہ داری ۲/

منہج المعاد - تمام ضروری مسائل اصول دین و فروع دین یعنے مسائل وضو - غسل - تیمم تمام مسائل متعلقہ نماز روزہ - زکواۃ خمس - حج - نکاح - طلاق میت جنازہ مطابق فتاوی علامہ حائری ۶/

لمعۃ المعانی - خاکِ کربلا پر سجدہ کرنے کا فلسفہ قیمت دو آنے ۲/

الذکرے - شہادت مظلوم کربلا کا فلسفہ قیمت دو آنے ۲/

تحفۃ المسلمین - عیسائیوں کے اعتراضوں کے مدلل دندان شکن جوابات قیمت ۶/

سید ابوالفضل رضوی القمی محلہ شیعان موچی دروازہ لاہور

اخبار دُرِ نجف سیالکوٹ :- یہ شیعوں کا ہفتہ وار مذہبی اخبار ہے - جو خوارج و نواصب کی زبان بندی و جواب دہی کو کافی ہے - سالانہ چندہ للعہ/ دنیا بھر میں کوئی شیعہ ایسا نہ ہونا چاہیئے جس کے پاس یہ اخبار نہ پہنچے - درخواستیں اسی پتہ پر آویں - مینیجر اخبار دُرِ نجف سیالکوٹ